## تألیف

حضرت علامہ مولانا مفتی شیخ محمد عابد حسین قادری نوری
مصباحی شیخ الحدیث مدرسہ فیض العلوم جمشید پور جھارکھنڈ

## ناشر

المجمع القادری فیض العلوم دھتکیڈیہ
جمشید پور

موبائل نمبر ← 9835553380

# تمہید

یہ کتاب "حضرت صدر الشریعہ ایک عبقری شخصیت "آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کے نام ہی سے عیاں ہے کہ کس عظیم ترین اور قد آور شخصیت کی حیات و خدمات پر مشتمل ہے۔ خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، فقیہ اعظم ہند الحاج علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ محتاج تعارف نہیں ہیں بر صغیر کے زبردست مفسر، محدث، فقیہ اور عالم ربانی ہیں ہر طرف ان کی ولایت و بزرگی، علمی فیضان اور دینی و علمی خدمات کے چرچے ہیں پوری ملت ان کے احسانات تلے دبی ہوئی ہے جلالۃ العلم استاذ العلما بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور حضور حافظ ملت، تاجدار ولایت حضور مجاہد ملت، صدر العلماء امام النحو مفتی غلام جیلانی میرٹھی، محدث اعظم پاکستان مفتی سردار احمد رضوی جیسی نابغۂ روزگار شخصیتیں آپ کے تلامذہ ہیں۔ کشف الاستار حاشیہ شرح معانی الآثار، 20 حصوں پر مشتمل شہرۂ آفاق کتاب بہار شریعت 4 جلدوں پر مشتمل فتاوی امجدیہ جیسی کتب مستندہ معتمدہ آپ کی تصنیفات جلیلہ ہیں آپ کی خدمات جمیلہ کے اعتراف میں کئی مایہ ناز و معرکتہ الآرا کتب اور نمبرات منظر عام پر آئے، ان میں ماہنامہ اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر، حضرت صدر الشریعہ حیات و خدمات اور سہ ماہی امجدیہ کا صدر الشریعہ نمبر خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان نمبرات میں راقم الحروف کے کئی مقالے شامل ہیں، جنھیں اہل علم نے قابل اعتنا سمجھا اور انہیں قلوب واذہان میں جگہیں دیں۔ راقم الحروف حصول ثواب اور نفع خواص و عوام کے لیے انہیں کتابی شکل دے کر قارئین تک پہنچاتا ہے۔ مقالہ جات کے عنوانات یہ ہیں (1) صدر الشریعہ حیات و خدمات کا تفصیلی جائزہ یہ ماہنامہ اشرفیہ کے صدر الشریعہ نمبر 1995ء میں شائع ہوا تھا (2) صدر الشریعہ کی فقہی بصیرت فتاوی امجدیہ کے آئینے میں یہ حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات 1998ء میں شائع ہوا (3) حضور صدر الشریعہ کی علم حدیث میں شان عبقریت (4) حضور صدر الشریعہ اپنے تلامذہ کے جھرمٹ یہ سہ ماہی امجدیہ کے صدر الشریعہ نمبر 2023ء میں شائع ہوا۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی تاریخ پیدائش محققین کی تصریح کے مطابق 1300ھ مطابق 1882ء ہے اور تاریخ وفات شب 2 ذیقعدہ 1367ھ مطابق 6 ستمبر 1948ء شب دوشنبہ 12 بج کر 26 منٹ پر ہے آپ کی جائے پیدائش گھوسی ضلع مئو (یوپی) ہے اور آپ کا مزار مقدس بھی وہیں ہے جو مرجع خواص و عوام ہے۔

حضرت محدث کبیر کی سرپرستی میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ مذکورہ تاریخ وفات میں عرس منایا جاتا ہے

محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی مدرسہ فیض العلوم جمشید پور 7 ذوالحجہ ۱۴۴۴ھ مطابق 26 جون 2023ء

# صدر الشریعہ
# حیات وخدمات کا تفصیلی جائزہ

مفتی عابد حسین مصباحی
مدرسہ فیض العلوم جمشید پور بہار

کارخانۂ قدرت سے عالم انسانی میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار تخلیقات اپنے اپنے وقتی میں منصۂ شہود پر آئیں اور جن سے جو کام لیا جانا روزِ ازل میں مقدر ہو چکا تھا، وہ لیا جا چکا اور لیا جائے گا۔ ان میں کچھ ایسے نفور بھی آئے، جو صرف اپنی ذات وغرض تک محدود رہے۔ کچھ ایسے افراد بھی رونق افروز ہوئے، جو خدمت خلق کا جذبۂ بے کراں لے کر للّٰہیت وخلوص کا پیکر بن کر انسانوں کی فلاح وبہبود، اس کی ترقی، پذیرائی، دنیا وآخرت کی سرخروئی، خیرخواہی اور مولیٰ عزوجل کے بندوں کو اس تک رسائی کا کام کر گئے۔ نیک نفسی کے ساتھ عبادت وریاضت کی اور طلب رضائے مولیٰ میں زندگی نثار کر دی اور اپنی ہمہ گیر شخصیت کا سکہ لوگوں کے دلوں میں جما دیا تو آقائے دو جہاں کے یہاں ان کے درجے بلند ہوئے، بندوں کے مابین بھی انھیں مقبولیت عامہ حاصل ہوئی اور انھیں عزوشرف، قدر وقیمت، محبت والفت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا۔ پھر ان کی طرف دل کھنچتے نظر آتے ہیں اور ہر زبان سے ان کے خطبے ومدح سرائی کے نغمے سنائی دینے لگتے ہیں۔

"ان الذین امنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا". (سورہ مریم، آیت: ۹۶)

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ تعالیٰ ان کے لیے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا فرمائے گا۔

مزید ارشاد خداوندی ہوا:

"لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الأخرۃ".

ان لوگوں کے لیے دنیا وآخرت کی زندگی میں بشریٰ (بامراد ہونے کی خوش خبری) ہے۔

ایسے افراد کو مہربان خدا خود آغوشِ رحمت ومحبت میں جگہ دیتا اور انھیں قبولِ عام کا رتبہ عطا فرما کر تمام آسمان وزمین والوں کے درمیان محبت والفت اور توجہ والتفات کا مرکز بنا دیتا ہے۔ حدیث صحیح میں ارشاد ہے:

''اللہ عزوجل جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اس سے حضرت جبرئیل کو آگاہ فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ تم بھی اس بندے سے محبت کرو۔ پھر تمام آسمان والوں کے دل میں اس بندے کی محبت ڈال دیتا ہے، پھر حکم دیتا ہے: زمین والوں میں ندا کر دو! یہ میرا محبوب بندہ ہے، سب اس سے محبت کریں، اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ پھر زمین والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں''۔ (بخاری ومسلم، بحوالہ خزائن العرفان تحت آیت بالا وانوار مفتی اعظم مقالہ حضرت مفتی شریف الحق صاحب)

انھیں عظیم عبقری، ہمہ گیر، قد آور، نابغۂ روزگار اور تاریخ ساز ہستیوں میں صدرالشریعہ بدرالطریقہ فقیہ اعظم، جامع معقول ومنقول، تاج الفحول حضرت ابوالعلی مولانا شاہ امجد علی علیہ الرحمۃ القوۃ کی ذات ستودہ صفات ہے۔

بلاشبہ اس عالم رنگ وبو کو جن مقتدر اور باوقار شخصیتوں پر ناز ہے، جن کے علم وتقویٰ، زہد وورع، قافلۂ انسان کی صلاح وفلاح، دین ودانش کا جذبہ اور ملت ووطن کی تعمیر وترقی کی لگن اور فکر عقبیٰ کا ڈنکا بج رہا ہے، جن کی طلعت جمال جہاں آرا سے کاروانِ فکر وفن کی راہوں میں اجالا بکھرتا رہا ہے۔ دنیائے تعلیم وتدریس کے بڑے بڑے کشور کشاں جن کی بارگاہ میں عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کرنے میں فخر وانبساط محسوس کرتے ہیں اور جن کے افتا، رسم افتا اور دور رَس نگاہوں پر زمانہ جھکتا ہے، ان میں علم وفن کے بحر زخار حضرت صدرالشریعہ حکیم مولانا امجد علی اعظمی کا نام آسمان کی بلندیوں پر روشن وتاباں اور چمکتا دمکتا نظر آئے گا۔

صدرالشریعہ کی ذاتی خوبیاں:۔ انسان دو طرح کی خوبیوں سے شہرت وناموری، عزت وعظمت پاتا اور لوگوں میں چمکتا نظر آتا ہے۔

(۱) اضافی:۔ انسان کے اندر وہ خوبیاں جو کسی خارجی اسباب وعلل، رشتہ ناطہ، اعلیٰ خاندان یا بڑے آدمی سے منسلک ہونے یا کافی دولت وثروت کے مالک ہونے سے حاصل ہوں۔ جیسے کسی کی عزت اس لیے ہو کہ وہ بہت دولت مند ہے یا عالی نسب باپ کا بیٹا ہے۔

(۲) ذاتی:۔ وہ خوبیاں جو انسان کی اپنی ذات سے متعلق ہوں۔ اس نے اپنی کد وکاوش، محنت ومشقت اور انتھک کوششوں سے حاصل کی ہو۔ (مثلاً اپنی کوشش سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور کتابیں لکھ کر قوم کو انمٹ ذخیرہ دیا، اقوام کی تعمیر وترقی کی داغ بیل ڈالی، دلوں کی دنیا میں اچھے نقوش ثبت کیے) یا اس کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے وہبی طور پر بغیر اس کی محنت ومشقت کے ایسی خوبیاں ڈال دیں کہ جن کے سبب اس کی قدر وقیمت لوگوں کے دلوں میں جم گئی، اس کو خداداد حسن وزیبائش، دل کشی ورعنائی، فنی صلاحیت وذہانت وفطانت مل گئی۔

بسا اوقات اضافی محاسن سے بھی اگر چہ آدمی کو فضل وکمال اور متصف بہ شہرت وناموری سمجھا جاتا ہے، لیکن واصلی محاسن کی حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ نفس الامر میں یہی خوبیاں انسان کو عز وشرف کے اوجِ ثریا تک پہنچاتی ہیں، جس سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّا جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ".

یقیناً ہم نے تمہیں خاندانوں اور قبیلوں میں اس لیے بانٹا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، لیکن تم میں زیادہ مکرم وباعزت وہ شخص ہے جو زیادہ تقویٰ اور پرہیزگاری والا ہے۔

استاذِ گرامی مولانا یٰسین اختر مصباحی رقم طراز ہیں:

"عظیم شخصیتوں کی تعمیر میں بہت سے اسباب وعلل وعوامل دخیل ہوا کرتے ہیں، خاندان کی اعلیٰ روایتوں کا بھی فیض ہوتا ہے اور کبھی دولت وثروت کی کرشمہ سازیاں ہوتی ہیں۔ وسیع تعلقات کا بھی اثر ہوتا ہے اور کبھی حالات کی سازگاری بھی ترقی

درجات کا سبب بنتی ہے۔ بسا اوقات تملق وچاپلوسی اور ضمیر فروشی کر کے بھی انسان اقتدار کی کرسیوں پر بیٹھ کر عارضی شہرت وناموری کی تاریخ مرتب کر لیتا ہے اور جابرانہ طاقت وقوت کا مظاہرہ کر کے دوسروں کا حق غصب کر کے بھی انسان اپنے آپ کو ایک بڑا انسان سمجھ بیٹھتا ہے۔ صفحاتِ تاریخ میں ایسی بے شمار شخصیتیں محفوظ ہیں کہ اپنے دورِ اقبال میں ان کے فضل وکمال، عزت وعظمت، قوت وشجاعت، شہرت و ناموری کے ترانے گائے گئے اور بہت سے قیمتی افراد ان کی مدح وستائش میں رطب اللسان بھی رہے۔

لیکن بڑی عظیم ہے وہ شخصیت اور بڑا صاحب فضل وکمال ہے وہ انسان جو اپنے دل ودماغ، اپنی محنت وکاوش، اپنی قوت بازو سے علم وفضل کی شاخوں پہ آشیانہ بنائے۔ اپنے علم وہنر کا فیض بانٹے۔ خود اعتمادی اور خدا اعتمادی کے ساتھ اپنی تاریخ کی دھرتی پر ایک عہد آفریں انقلاب برپا کرے۔ اپنے گوناگوں کارناموں سے شہر در شہر اپنے خیر وبرکت کی تقسیم کرے اور اپنی زبان وقلم، کردار وعمل اور اپنے ناقابل شکست عزم وحوصلہ، تدبر وذہانت اور قوتِ ارادی کی بے پناہ طاقت کے ساتھ میدان میں اترتے ہیں''۔

(رسالہ: تین برگزیدہ شخصیتیں، ص:۴۹)

اب ہم حضور صدر الشریعہ کی اضافی محاسن سے قطع نظر آپ کی ذاتی خوبیوں اور محاسن وکمالات اور ہمہ جہت شخصیت کا سرسری جائزہ لیتے ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ اپنی ذاتی خوبیوں میں ہر زاویہ سے بلند پایہ نظر آتے ہیں۔ ت ریس وتقریر، افہام وتفہیم، تصنیف وتالیف، ملت ، اصلاح وترقی، تقویٰ وپرہیزگاری، اطاع ہی، اتباعِ سنت، کردار سازی اور مردسازی ہر میدا ں بلند مقام رکھتے تھے۔ خوفِ الٰہی اور عشقِ رسول سے دہ بھی سرشار رہتے اور اپنے ماننے والوں کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ احکامِ شرع پر پابندی تو گویا آپ کی گھٹی میں پلا دی گئی تھی۔

### احکامِ شرع کا التزام:

اہل علم کو معلوم ہے کہ خرید وفروخت میں جہاں مبیع کا معلوم ہونا ضروری ہے، وہیں اس کی قیمت کا معلوم ہونا بھی لازم ہے، ورنہ بیع فاسد ہوگی۔ بائع ومشتری کے مابین نزع واختلاف بھی پیدا ہوگا اور دونوں گنہ گار بھی ہوں گے۔ لہٰذا ہمیشہ دھیان میں رکھنا چاہیے کہ وہ اشیا جن کی قیمت عام طور پر لوگوں کو معلوم نہ رہتی ہو، ان کے دام طے کر لیا کریں۔ شرع شریف کے اس مسئلہ پر حضرت قدس سرہ کا عملی نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

قریباً بارہ سال پیشتر جب میں (راقم الحروف) مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ میں زیر تعلیم تھا، اس دوران پاکستان کے عظیم دینی رہنما حضرت مولانا مفتی ظفر علی صاحب جنھیں آپ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے، الجامعۃ الاشرفیہ تشریف لائے۔ حضرت صدر الشریعہ کے شاگرد اور صاحب علم وفضل ہونے کے سبب اساتذۂ اشرفیہ نے حافظ ملت ہال میں استقبالیہ جلسہ منعقد کیا۔ اساتذۂ کرام کے تعارف کرانے کے بعد مفتی موصوف نے خطاب فرمانا شروع کیا، دورانِ تقریر حضرت صدر الشریعہ کے اتباعِ شریعت کا التزام اور آپ کے ساتھ طلبہ کی والہانہ

عقیدت ومحبت اور خدمت گزاری پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ واقعہ بیان کیا:

''ایک مرتبہ استاذ گرامی حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ نے غلہ خرید کر لانے کو فرمایا۔ ہم چند طلبہ گئے اور بغیر بھاؤ طے کیے راشن دوکان سے سامان خریدا اور پیٹھ پر لاد کر حضرت کی بارگاہ میں پہنچے۔ حضرت نے فرمایا: کیسے دیا؟ قیمت معلوم کی؟ ہم لوگوں نے عرض کیا: نہیں۔ حضرت نے ہم لوگوں کو واپس کردیا اور فرمایا کہ ہمیشہ بھاؤ طے کر کے اور قیمت معلوم کر کے سامان لینا چاہیے''۔

اس واقعہ سے وہ لوگ عبرت ونصیحت حاصل کریں جو کسی دوکان میں جاتے اور قیمت معلوم کیے بغیر مختلف سامان خریدتے اور پیسے ادا کردیتے ہیں اور اپنی طبیعت سے جتنا روپیہ لینا ہوتا ہے دوکان دار لے لیتا ہے اور سامان کا بل دے دیتا ہے۔

**فیضانِ تدریسی:**

حضرت کے اندر مردسازی، کردار سازی اور مدرسانہ قوت وصلاحیت غضب کی تھی۔

چنانچہ حضرت محدث کبیر قبلہ لکھتے ہیں:

''فقیہ اعظم ابی المکرم حضور صدرالشریعہ مصنف ''بہارشریعت'' علیہ الرحمۃ والرضوان فیض رسانی کے معاملہ میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ بے شمار افراد آپ کے فیض تعلیم وتربیت سے مالا مال ہوئے۔ ہندوپاک کے اہل سنت کی تقریباً نوے فی صد درس گاہیں آپ ہی کے تلامذہ سے آباد ومنور ہیں۔ حضور صدرالشریعہ کے فیضان کی ایک منفرد خصوصیت یہ بھی رہی ہے کہ ایک طرف اگر آپ کے تلامذہ علم وعمل کے سنگم نظر آتے ہیں تو دوسری طرف روحانیت کے علم بردار اور تصوف واخلاق کی واضح تصویر بھی دکھائی دیتے ہیں''۔

**اکابرِ اُمت کے تاثرات:**

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ستودہ ایسی ہے کہ اپنے وقت کی عظیم شخصیتوں نے آپ کی جلالت علمی، فقہائیت اور تدریسی قابلیت کا اعتراف کیا ہے۔

آپ کے بارے میں خود امام اہل سنت مجدد اعظم شاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا ارشاد گرامی ہے:

''امجد علی کو درسِ نظامی کے تمام فنون میں کافی دسترس حاصل ہے اور فقہ میں تو ان کا پایہ بہت بلند ہے''۔

اور ایک دوسرے موقع پر یوں فرمایا:

''آپ یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں، طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے''۔

(ماہنامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر، ص:۸۴)

آپ کے شفیق استاذ علامہ وصی احمد محدث سورتی حافظ بخاری شریف نے فرمایا:

''مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے''۔

استاذ الاساتذہ علامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری آپ

کے بارے میں فرماتے ہیں:

''شاگرد ایک ہی ملا وہ بھی بڑھاپے میں''۔

اسی طرح آپ کے معاصرین میں سے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قادری قدس سرہ نے ایک موقع پر فرمایا:

''مولانا امجد علی صاحب جواب دے رہے تھے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک دریائے زخار ہے جو موجیں مار رہا ہے''۔

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ آپ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ اعلیٰ حضرت کے احب الخلفا ہیں''۔

نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں شیروانی نے اپنے مدرسہ سعیدیہ ریاست دادوں ضلع علی گڑھ (۱۳۵۷ھ روداد) کے سالانہ جلسہ میں آپ کے بارے میں اپنا یہ تاثر بیان کیا:

''میرا جو ذاتی تجربہ ہے وہ یہ ہے کہ جس کو مدرس کہتے ہیں وہ ہندوستان میں چار پانچ سے زائد نہیں، ان چار پانچ میں سے ایک مولوی امجد علی صاحب ہیں''۔

(تین برگزیدہ شخصیتیں، ص:۶۹۔۶۸)

## درسِ نظامیہ میں مہارت:

چودھویں صدی کے علمائے اہل سنت کو جہاں بہت سے خصائص سے ممتاز کیا گیا تھا، وہیں ان کو یہ خصوصیت بھی عطا کی گئی تھی کہ وہ ذہانت وفطانت، حفظ و یاد داشت اور کتابوں کو ازبر کرنے میں کمالِ عروج کو پہنچے ہوئے تھے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا تو کہنا ہی کیا، انھیں تو بے شمار کتابوں کی فقہی عبارات ومسائل کے جزئیات ہمیشہ ذہن میں مستحضر رہتے۔ ایک مرتبہ کسی کتاب کا مطالعہ کر لینا کافی ہوتا اور مہینوں تک پوری کتاب ذہن میں محفوظ رہتی، جس کے کئی شواہد آپ کی تصنیفات اور کتب سوانح حیات میں محفوظ ہیں۔ وقت کے جلیل القدر حافظ الحدیث حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکت ایسی ہے کہ جہاں آپ کو اَن گنت کتب حدیث پر عبور تھا، وہیں پوری بخاری شریف زبانی یاد اور بالکل ازبر تھی۔ خدائے ذوالمنن کے فضل وکرم سے حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ کو بھی آپ کے ان دونوں استاذ کے صدقے وطفیل وہ ذہن وفکر اور حافظہ ملا کہ زمانہ عش عش کرے۔

درسِ نظامیہ کی کتابیں خواہ منطق وفلسفہ کی ہوں یا حدیث وفقہ اور تفسیر کی، ان پر آپ کی گہری نظر تھی۔ ان کی عبارات ومفاہیم ہمہ وقت ان کی نظروں کے سامنے آئینے کی طرح روشن وجھلکتی ہوئی ہوتیں۔ کمالِ مہارت و دسترس کا عالم یہ تھا کہ بڑے سے بڑے اداروں میں امتحان لینے گئے، ایک سے ایک طباع وفطین طلبہ سے سابقہ پڑا اور امتحان لیے جانے والی کتاب کو اپنے سامنے نہ رکھا، طلبہ اپنے سامنے کتابیں رکھ کر امتحان دے رہے ہیں، مگر آپ کے پاس کتاب نہیں۔ اس کے باوجود جس طالب علم نے جہاں سے اپنا امتحان دینا شروع کیا اور اس سے متعلقہ عبارت پڑھی تو اس کے ترجمے یا توضیح وتشریح میں ایسی گرفت فرماتے کہ اس سے نکلنے کی مجال دم نہیں رہتی۔

(ا) ۳ر ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۴ر مئی ۱۹۹۵ء کو مولانا قاری محمد حسین صاحب مصباحی امام جامع مسجد

جکسلائی میں سعید صاحب فروٹ مرچنٹ کے یہاں ایک مجلس میں ہم (کاتب الحروف و دیگر چند اساتذۂ فیض العلوم) سے فرمایا کہ حضور صدر الشریعہ کا علمی رعب و دبدبہ بہت زیادہ تھا، جس سال آپ کو اہل سنت کی مرکزی درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ میں امتحان لینے کے لیے دعوت دی جاتی اور طلبہ کو معلوم ہو جاتا کہ حضور صدر الشریعہ تشریف لا رہے ہیں تو طلبہ کانپنے لگتے، ہراساں و ترساں ہوتے اور کتابوں کی تیاری خوب زور و شور سے کرنے لگتے تھے۔ اور جب امتحان لینے لگتے تو آپ کبھی اپنے سامنے کتاب نہیں رکھتے اور نہ ہی عبارات دیکھتے۔ آپ اختیار دے دیتے، جو جہاں سے چاہتا پڑھتا، پھر اسی عبارت سے متعلق ترجمہ و تشریح کی بحث اور سوال و جواب کا سلسلہ چل پڑتا، مگر اخیر میں کوئی ایسا سوال ضرور لا دیتے کہ وہ پھنس جاتا اور اس سے راہِ فرار اختیار نہیں کر پاتا (اور پھر حضرت قاری موصوف نے ایک بڑے ذہین، طالب علم کی نشان دہی کی جو ان کے ساتھ بخاری شریف کے امتحان میں شریک تھے اور آج ایک عظیم بے باک دینی رہنما مانے جاتے ہیں کہ انھیں بھی حضرت صدر الشریعہ نے بحث و تمحیص کے بعد بالکل ساکت و لاجواب کر دیا)

آپ کے سامنے یہ ان عظمت والے طلبہ اور اس جلالۃ العلم حافظ قوم و ملت کے شاگردوں کا حال ہے، جن کا علمی سکہ پوری دنیا میں بیٹھا ہوا ہے اور جن کے سامنے ایوانِ بدمذہب کے فصحا و بلغا اور وقت کے علم داں و فن کار ایسے دبے لپے معلوم ہوتے ہیں کہ یا تو ان کے منہ میں زباں نہیں یا جسم میں جاں نہیں۔

اولٰئک ابائی فجئنی بمثلھم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

(۲) ۲۴ر ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ کی بات ہے۔ پیر طریقت حضرت مولانا غلام آسی پیا سے مدرسہ فیض العلوم جمشید پور میں ملاقات ہوگئی، یہ دریافت کرنے پر کہ حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ کے تبحر علمی کے تعلق سے کوئی اہم واقعہ آپ کے علم میں ہو تو بتائیں۔ حضرت نے فرمایا:

''مولانا! میں اپنے فارغ اوقات میں حضرت کے درِ دولت پر حاضر ہوتا اور کچھ نہ کچھ پڑھتا رہتا تھا۔ حضرت صدر الشریعہ جب پڑھاتے تو محسوس ہوتا کہ ایک ایک کتاب کے کئی کئی حاشیے ازبر ہیں، خصوصاً حاشیہ قاضی مبارک مصنفہ مجاہد آزادی امام المنطق والفلسفہ علامہ فضل حق خیرآبادی وعلامہ عبدالحق خیرآبادی (چند اور کتابوں کے حاشیے کا ذکر مولانا موصوف نے کیا مگر راقم کو یاد نہ رہا) تو بالکل ازبر تھے''۔

حضرت مولانا ممدوح نے اسی ضمن میں ایک واقعہ سنایا جو حضرت صدر الشریعہ کے تبحر علمی اور حفظ و یادداشت پر روشن دلیل ہے۔ فرمایا کہ:

''جب آپ زندگی کے آخری ایام سے گزر رہے تھے اور بینائی متاثر ہو چکی تھی (کئی افرادِ خانہ کے پے در پے انتقال پُر ملال اور پیہم حادثات کے سبب) تو ایک دن کیا دل میں آیا کہ درد تعلیم و تربیت سے تڑپ اٹھے اور اپنے بڑے صاحبزادے علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری قدس سرہ سے فرمایا کہ فلاں فلاں

بزرگ کا حاشیہ فلاں جگہ الماری میں ہے، اسے لے آؤ۔ وہ لے کر آئے تو فرمایا: اس اس صفحہ پر یہ عبارتیں ہیں، میں انھیں پڑھتا ہوں، تم ملاؤ۔ پھر علامہ موصوف نے حاشیہ قاضی مبارک وغیرہ لاکر مذکورہ صفحہ کھولا۔ ادھر حضرت زبانی عبارت پڑھتے جاتے اور علامہ موصوف ملاتے جاتے، حضرت کی عبارت میں سرِ مو فرق نہ تھا''۔

یہ تھا علم وہبی جس پر امتدادِ زمانہ کی گرد نہیں پڑتی۔ خوش بخت ہیں وہ حضرات جنھوں نے علم لدنی صرف سنا ہی نہیں بلکہ مشاہدہ بھی کیا۔

اس واقعہ سے جہاں آپ کے حافظے اور کتابوں کے ازبر ہونے کا پتہ چلتا ہے، وہیں اس امر پر خاصی روشنی پڑتی ہے کہ حضرت صدرالشریعہ اپنے صاحبزادوں اور شاگردوں کو علم کے معاملے میں کس رنگ میں رنگنا چاہتے تھے۔ لاریب وہ مزاج دینا چاہتے تھے کہ علم صرف کاپی و کاغذ پر قلم بند کر لینے یا کتاب ہی پر تکیہ کر لینے کا نام نہیں، بلکہ اسے لوحِ دل پر ثبت کر لینے کا نام ہے کہ کاپی و کتاب تو غائب ہو سکتی ہے، پھر اس کے کھو جانے سے زندگی کا سارا سرمایہ کھو جائے گا، لیکن دل ہمیشہ کا ساتھی رہتا ہے، لہٰذا اگر اس میں علم کو محفوظ کر لیا جائے تو تہی دامنی کا شکار نہیں ہوا جا سکتا۔

حجۃ الاسلام سیدنا امام غزالی علیہ الرحمۃ الباری کا معروف و مشہور واقعہ اس سلسلہ میں نوشتہ عبرت ہے۔

**حضرت صدرالشریعہ کی آواز کی بلندی:**

جس طرح جسمانی طاقت وقوت، عقل وخرد، شجاعت و بہادری اللہ کی نعمتوں میں ہے اور انسانی کمالات میں شمار ہوتی ہے۔ اسی طرح مؤثر اندازِ گفتگو، زور بیانی اور بلند آوازی بھی ہے کہ ہر مخاطب اچھی طرح سن لے اور اس کے دل ودماغ میں گھر کر جائے۔ اللہ تعالیٰ کے افضال میں سے ایک عظیم فضل ہے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز مبارکہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے شیخ محقق دہلوی قدس سرہ العزیز مدارج النبوۃ جلد اول میں لکھتے ہیں:

''جہاں تک کسی کی آواز نہ پہنچ سکی تھی، وہاں تک آپ کی آواز بے تکلف پہنچ جاتی تھی۔ خصوصاً ایسے خطبوں کی آواز، جو نصیحت، تخویف یا خدا سے ڈرانا ہوتا تھا۔ چنانچہ پردہ میں بیٹھی ہوئی مستورات بھی آپ کی آواز سنتی تھیں۔ آپ نے ایامِ حج میں منیٰ میں جو خطبہ دیا تھا، اس نے تمام لوگوں کے کان کھول دیئے اور ہر ایک نے اس خطبہ کو اپنی اپنی منزلوں میں سنا۔ (منیٰ میں دور ونزدیک جو بھی تھا ہر ایک نے سنا)''۔ (مدارج النبوۃ جلد اول مترجم، ص:۲۲، غلام معین الدین صاحب نعیمی)

اور آپ کے شہزادے حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بلند آواز اور مؤثر اندازِ بیان کے مالک تھے۔ مشہور ہے کہ آپ کی مجلس وعظ میں ہزاروں افراد ہوتے اور ہر ایک کو بلا تکلف آواز پہنچتی تھی۔ جب ہم حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی خصوصیات پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اندر بلند آوازی کی خصوصیت موجود تھی۔

الجامعۃ الاشرفیہ میں دورانِ تعلیم استاذِ گرامی حضرت مولانا نصیر الدین صاحب استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

نے ہم سے فرمایا کہ:

''حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی آواز بہت بلند تھی، جب وہ تقریر فرماتے تو دیولی (مبارک پور کے قریب ایک گاؤں) تک آپ کی آواز پہنچتی تھی''۔

اسی طرح فاضل اشرفیہ مولانا قاری محمد حسین صاحب خطیب جامع مسجد جکسلائی، جنھیں حضرت صدر الشریعہ سے شرف لقا حاصل ہے کہ حضرت صدر الشریعہ ہی نے ان کے آخری سال بخاری شریف وغیرہ کا امتحان لیا تھا، انھوں نے ۴؍اپریل ۱۹۹۵ء کو ایک ملاقات میں فرمایا کہ:

''حضرت صدر الشریعہ کی آواز دورانِ تقریر بہت بلند ہوتی تھی، گولا بازار کے پروگرام میں کافی مجمع رہتا تھا اور حضرت تقریر فرماتے اور ہر ایک تک آواز بخوبی پہنچتی تھی''۔

ان واقعات کی تصدیق حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے اندازِ تقریر و بیان سے بھی ہوتی ہے۔ آپ کی زیارت اور تقریر سے مشرف ہونے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ دیکھنے میں کمزور معلوم ہوتے تھے، مگر جب کرسی خطابت پر بیٹھتے تو جو حصہ زیادہ اہم ہوتا اسے خوب زورِ بیانی اور بلند آواز میں بیان فرماتے، تاکہ بات پورے طور پر قلب و دماغ میں اتر جائے۔ اور یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ حضرت حافظ ملت قدس سرہ العزیز پورے طور پر آئینہ دار تھے، اپنے استاد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی کے۔ اپنی رفتار و گفتار اور عمل وغیرہ میں انھیں کے نقش قدم پر اپنے کو ڈھالا اور اتباعِ رسول میں اپنی سیرت و اطوار کو انھیں کے رنگ میں رنگ دیا۔

**بریلی شریف دار القضا کا قیام اور اس کے لیے قاضی کا انتخاب:۔** یہ بات سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے کہ مینارۂ علم وفن، ماہتابِ رشد وہدایت، معتمد عرب وعجم، ہمدردِ قوم وملت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو قوم وملت کے مسائل کے حل اور ان کے فیصلہ وقضا کے لیے دار القضا کے خیال نے جب بے چین و بے قرار کیا تو اسے قائم کر کے آپ نے قاضی کے لیے ۱۳۳۹ھ میں حضرت صدر الشریعہ کو منتخب کیا، جس سے آپ کی ذہانت، استحضار، فقاہت اور منصف قضا سنبھالنے کی قوت و قابلیت کا اندازہ لگتا ہے۔

حضرت برہان الحق جبل پوری قدس سرہ رقم فرماتے ہیں:

''بریلی شریف میں دار القضا شرعی کے لیے قاضی شرع اور قاضی شرع کو شرعی احکام واعانت کے لیے مفتی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک دن صبح قریب ۹؍بجے اعلیٰ حضرت مکان سے باہر تشریف لائے، تخت پر قالین بچھانے کا حکم فرمایا۔ ہم سب حیرت زدہ تھے کہ حضور یہ اہتمام کس لیے فرما رہے ہیں۔ پھر حضرت امام اہل سنت ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں آج بریلی میں دار القضا بریلی کے قیام کی بنیاد رکھتا ہوں۔ اور انھیں اپنی طرف بلا کر ان کا داہنا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر قاضی کے منصب پر انھیں بیٹھا کر فرمایا: میں آپ کو ہندوستان

کے لیے قاضی شرع مقرر کرتا ہوں۔ مسلمانوں کے درمیان اگر ایسے کوئی مسائل پیدا ہوں، جن کا شرعی فیصلہ قاضی شرع ہی کرسکتا ہے، وہ قاضی شرعی کا اختیار آپ کے ذمے ہے۔ پھر دعا پڑھ کر کچھ کلمات فرمائے، جن کا اقرار حضرت صدرالشریعہ نے کیا۔ حضرت صدرالشریعہ نے دوسرے ہی دن قاضی شرع کی حیثیت سے پہلی نشست کی اور وراثت کے ایک معاملہ کا فیصلہ فرمایا''۔

(اکرامِ امام احمد رضا، ص:۱۰۶)

حضرت صدرالشریعہ اور تحریک ترکِ موالات:۔

حضرت صدرالشریعہ اپنے اندر دین کا بہت جذبہ رکھتے تھے اور ہمیشہ قومِ مسلم کی اصلاح اور تعمیر میں حصہ لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ محسن قوم وملت مجددِ اعظم امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ سے جب سے وابستہ ہوئے، برابر اُن کی معاونت کرتے اور آج دس سال ہوگئے کہ برابر انجمن فیضانِ ملت فیض العلوم جمشید پور اور دیگر انجمنوں کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے عرسِ امجدی میں راقم السطور دورانِ تقریر برملا اور بڑے فخر سے کہتا ہے کہ افرادِ اہل سنت پر صدرالشریعہ کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ آپ نے مجددِ اعظم سے ترجمۂ قرآنِ مقدس کروا کر اور خود بہارِ شریعت لکھ کر مسلمانوں کے ایمان وعقائد کی حفاظت فرمائی ہے۔

۱۹۲۰ء میں ابوالکلام آزاد اور گاندھی کی تحریک خلافت، تحریکِ ترکِ موالات اور تحریک ہندو مسلم اتحاد بہت زور وشور کے ساتھ مسلمانوں کے دین وایمان کو برباد کرنے کے لیے چلائی گئی۔ ابوالکلام آزاد کی صدارت میں ان موضوعات پر ایک کھلا اجلاس بریلی شریف میں ہوا۔ اس میں مجددِ اعظم نے ابوالکلام آزاد اور اس کے حوالی موالی کی سخت گرفت کی اور اس کے غیر اسلامی رویے اور اقوالِ کفریہ پر سخت اعتراضات کیے، جو ستر سوالات پر مشتمل تھے اور ان سوالوں کو ایک وفد کے ذریعہ بھیجا، ان میں حضرت صدرالشریعہ بھی تھے۔ ان سوالات کو ترتیب دینے والی ذاتِ گرامی حضرت صدرالشریعہ کی ہے، جن کا جواب دینے سے ابوالکلام آزاد اور اس کے متبعین عاجز وقاصر رہے اور آج تک یہ ان پر قرض ہے، جس سے سبکدوش نہیں ہوا جاسکتا۔

حضرت برہان الحق جبل پوری قدس سرہ لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت کے موقف کے مطابق مولانا امجد علی صاحب کے مرتب کردہ ستر سوالات کا مجموعہ مسمّٰی بہ ''اتمام حجت نامہ'' طویل اشتہار کی شکل میں چھپ چکا تھا اور وفد کے جانے سے پہلے اجلاسِ عام کے منتظمین کو بھیجا جاچکا تھا، تاکہ ان سوالات کا جواب تیار رکھیں۔ علما کا وفد نو بجے شب کانگریسی جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ میرے علاوہ بے شمار علما اور عام اہل سنت بھی وفد کے ہمراہ بڑے وقار وتحمل کے ساتھ جا رہے تھے۔ صدرالشریعہ مولانا امجد علی صاحب اور صدرالافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرآبادی نے مجھے اپنے درمیان لے لیا۔ ہم جلسہ گاہ پہنچے، بہت بڑا اجتماع تھا''۔

(اکرامِ امام احمد رضا، ص:۱۱۰)

حضرت صدرالشریعہ کے مرتب کردہ ان سوالات کے اندر کیسی پختگی اور سچائی ہے، اسے خود ابوالکلام کی زبانی

معلوم کیجیے:

''بعض باتیں حقیقت ہیں، جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن اب ہمیں آزادی کا جو مسئلہ حل کرنا ہے اس کے آگے یہ تمام باتیں فی الحال زیادہ توجہ کے قابل نہیں ہیں، مگر احتیاط بہر حال ضروری ہے''۔

روانگی کے وقت ابوالکلام آزاد نے اپنی شکست کا جو اعتراف کیا ہے اور اہل سنت کو جو کامیابی ملی، اسے حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی جو علمائے کرام کے ساتھ وہاں موجود تھے، کے خط سے ملاحظہ کیجیے، جسے انھوں نے فاضل بریلوی کے نام اہل سنت کی کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے ان ہی ایام میں تحریر فرمایا تھا:

''روانگی کے وقت بریلی اسٹیشن پر ایک تاجر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ابوالکلام جس وقت بریلی سے جا رہے تھے، میں ان کے ساتھ تھا۔ وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ ان کے (احمد رضا اور ان کے متبعین کے) جس قدر اعتراضات ہیں، حقیقت میں سب درست ہیں۔ ایسی غلطیاں کیوں کی جاتی ہیں، جن کا جواب نہ ہو سکے اور ان کو اس طرح گرفت کا موقع ملے''۔ (تین برگزیدہ شخصیتیں، ص:۸۶)

خلیفہ اعلیٰ حضرت حضور صدرالشریعہ کے مرتب کردہ سوالات کا یہ حال ہے کہ ان کے جواب دینے میں اغیار وحزبِ مخالف کپیانے لگتے اور ہمت ہار دیتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ آپ مجد و بزرگی اور علم میں پختہ تھے۔ اسی لیے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

بلکہ رضا کے شاگردوں کا نام لیے گھبراتے یہ ہیں
میرا امجد مجد کا پکا اس سے بہت کپیاتے یہ ہیں

عالم کی تعریف اور حضرت محدث اعظم کا تاثر:۔ ۲۴ر ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۵ر مئی ۱۹۹۵ء کو راقم سے پیر طریقت فیض العارفین حضرت غلام آسی پیا زید مجدہ نے عالم و جاہل کی تعریف پر صدرالشریعہ کے جامع الفاظ کا واقعہ سنایا، جو بڑا ہی دل نواز ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ:

''بریلی میں ایک مجلس میں حضرت صدرالافاضل حضرت ملک العلما مولانا ظفرالدین بہاری، حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں، حضرت محدث اعظم کچھوچھوی اور حضرت صدرالشریعہ قدس سرہم جیسے بڑے بڑے علما موجود تھے اور میں بھی وہاں موجود تھا۔ حضرت محدث اعظم قدس سرہ العزیز نے سبھوں سے عالم کی تعریف دریافت کی، ان بزرگوں میں سے ہر ایک نے فرداً فرداً عالم و جاہل کی تعریف کی، اخیر میں حضرت محدث موصوف نے حضرت صدرالشریعہ سے مخاطب ہو کر عرض کیا: آپ کے نزدیک عالم کی کیا تعریف ہے، بیان فرمائیے؟ حضرت نے فرمایا: میرے نزدیک عالم و جاہل کی ایک ہی تعریف ہے۔ اس جملہ پر سارے بزرگ چونک گئے کہ آخر علم وجہل تو دو متضاد چیزیں ہیں، دونوں کی ایک ہی تعریف کیسے ہوگی، لیکن حضرت محدث اعظم کہنے لگے: سبحان اللہ! سبحان اللہ! کیا کہنے ارشاد ہوا! اس کے بعد حضرت صدرالشریعہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک جاہل و عالم دونوں کی تعریف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ ''جس کا

پڑھا بے پڑھا دونوں برابر ہو"۔ یہ سن کر مجلس میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور مسرت میں جھومتے ہوئے حضرت محدث اعظم علیہ الرحمہ اہل مجلس کی طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے: سبحان اللہ! سبحان اللہ! کیا خوب تعریف ہے کہ ایک ہی جملہ میں عالم کی تعریف بھی ہے اور جاہل کی بھی، یعنی عالم وہ ہے کہ جو کچھ پڑھا ہے، وہ تو ازبر ہے ہی اور جس چیز کو نہیں پڑھا، وہ بھی معلوم ہے۔ اور جاہل وہ ہے کہ جس چیز کو نہیں پڑھا، وہ تو اس کے نزدیک نامعلوم و مجہول ہے ہی اور جسے پڑھا اسے بھی طاقِ نسیاں پر رکھ دیا۔ گویا وہ پڑھ کے بھی بے پڑھا ہے"۔

اس سے حضرت صدرالشریعہ کی تبحر علمی اور خوبیِ بیان اور بلاغت کا اندازہ لگائیے کہ کتنی خوش اسلوبی کے ساتھ اور کتنے مختصر الفاظ میں کسی مفہوم کی تعبیر فرمادیتے ہیں، ساتھ ہی یہ بھی یہاں ملاحظہ کرنے کے قابل ہے کہ تاریخ ساز و تبحر شخصیتوں کی نظر میں آپ کا علمی وقار کتنا تھا کہ اخیر میں آپ ہی کی طرف کسی مسئلہ کے سلجھانے میں رجوع کیا جاتا ہے اور اس کے قول کو فیصل کی حیثیت دے کر حرف آخر سمجھا جاتا ہے۔

حضرت مفتی اعظم ہند کا آپ پر اعتماد:۔ سیدنا اعلیٰ حضرت مجددِ علی الاطلاق اور حضرت حجۃ الاسلام کے دارالافتا بریلی کے تشخص کو برقرار رکھنے میں مفتی اعظم ہند سیدی محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ سرخیل کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی فقاہت، علمی وقار، فضل وکمال اور تقویٰ و پرہیزگاری کا زمانہ معترف ہے۔ آپ اپنے وقت میں فقہی بصیرت اور علمی استحضار میں تو اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ بغیر کتاب دیکھے کسی استفتا کا جواب برجستہ مفصل طور پر دیتے۔

اس کے باوجود حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا تفقہ ملاحظہ کیجیے کہ بسا اوقات حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان آپ کے اوپر اعتماد فرماتے تھے۔ حضور محدث کبیر رقم طراز ہیں:

"حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ العزیز جب اپنے آخری سفر حج کو روانہ ہوئے تو شاہ گنج اسٹیشن سے بخار ہوگیا اور بریلی شریف پہنچتے پہنچتے بخار نے اتنی شدت پکڑلی کہ اکثر بے ہوشی کا سا عالم ہوتا۔ اس وقت بریلی میں مولانا مجیب الاسلام صاحب اوروی خدمت وعیادت میں مصروف تھے۔ ان کا بیان ہے کہ انھیں ایام میں حضور مفتی اعظم ہند قبلہ کی خدمت میں چند مسائل کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی جواب متحضر نہیں ہے اور سفر حج کی تیاریوں کی وجہ سے کتاب دیکھنے کی فرصت بھی نہیں ہے۔ صدرالشریعہ کے سامنے پیش کرو۔ وہ مسائل حضرت صدرالشریعہ کو سنائے گئے، آپ نے اسی شدتِ مرض کے عالم میں بستر علالت پر لیٹے ہی لیٹے تمام سوالات حل فرمادیئے"۔ (مقدمہ فتاویٰ امجدیہ، جلد اول)

(۲) تحریک خلافت کے دوران مسٹر ظفر بی اے کی ایک نظم بعنوان "نالۂ خلافت" کئی بار شائع ہوئی، پھر ۷/ جون ۱۹۲۵ء کے اخبار "زمیندار" میں وہی نظم "فیصلۂ کفر واسلام" کے عنوان سے دوبارہ منظر عام پر لائی گئی۔ اس کے

تین اشعار یہ ہیں:۔

یہ سچ ہے کہ اس پر خدا کا چلا نہیں قابو
مگر ہم اس بت کافر کو رام کر دیں گے
بجائے کعبہ خدا آج کل ہے لندن میں
وہیں پہنچ کے ہم اس سے کلام کر لیں گے
جو مولوی نہ ملے گا تو مالوی ہی سہی
خدا خدا نہ سہی رام رام کر لیں گے

کوئی بھی مومن ان گندے اشعار کو پڑھے گا تو وہ ضرور متنفر و بیزار ہوگا کہ یہ سراسر اسلام کے منافی ہیں۔ معاذ اللہ!

شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے جب اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اس کا براہین و دلائل سے تفصیلی مبرہن جواب مرقوم فرمایا۔ لکھا کہ شعر اول کے دونوں مصرع کفر خالص ہیں۔

پہلے میں صاف تصریح کی کہ:

''اس بت پر خدا کا قابو نہ چلا، معاذ اللہ! بے شک ان اشعار کا قائل و قابل کافر۔ اور جو اس کے کفر و مستحق عذاب ہونے میں ادنیٰ شک کرے، وہ بھی اسی کا ساتھی۔ یہ اللہ عزوجل کی توہین اور اس کی قدرت عظیم کاملہ ''ان اللّٰہ علی کل شیء قدیر'' کا رد و انکار ہے۔ یہ سرے سے الوہیت کا انکار ہے کہ جو عاجز ہو خدا ہو ہی نہیں ہوسکتا۔ الخ۔

دوسرے مصرع میں برملا اپنے آپ کو خدا سے زائد قدرت والا بتایا۔۔۔۔الخ

تیسرا شعر کھلا الحاد و کفر و زندقہ ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ مولوی و مالوی اس کے نزدیک برابر ہیں۔ خدا اور رام ایک ہی ہے، کفر و اسلام میں کچھ فرق نہیں۔ اس قائل کے نزدیک خدا خدا نہ کیا رام رام کر لیا، بات ایک ہی ہے، حاصل وہی ہے۔ حالاں کہ ہرگز خدا رام نہیں اور ہرگز رام خدا نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مفتی اعظم نے بہت ہی ٹھوس و مسکت جواب و استدلال سے مذکورہ اشعار کے کفری ہونے کو واضح فرمایا اور اس کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے ''انوارِ مفتی اعظم'')

فقیر راقم الحروف کو عرض یہ کرنا ہے کہ اس تاریخی علمی فتاویٰ پر شہزادۂ اعلیٰ حضرت نے جہاں اور چوٹی کے انیس علما و فقہا، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مولانا حشمت علی خاں قادری لکھنوی وغیرہم سے تصدیقات لکھوائیں، وہیں حضرت صدر الشریعہ فقیہ اعظم مولانا امجد علی صاحب سے بھی تصدیق کروائی۔ اور ان بزرگوں میں سب سے پہلے حضرت صدر الشریعہ کی تصدیق مرقوم ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کی تبحر علمی اور فقاہت اور تصدیق کی اہمیت حضرت مفتی اعظم کے دل میں بہت تھی۔

## صدر الشریعہ اور حسن اہتمام:

یہ بات بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ انسان کے اندر کوئی ایک خوبی ہوتی ہے تو دوسری خوبی نہیں۔ یہ کم سنا گیا ہے کہ ایک انسان کے اندر بہت ساری خوبیاں جمع کر دی گئی ہوں۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے اندر بیک وقت کئی خوبیاں اللہ تعالیٰ نے جمع کر دی تھیں۔ جہاں آپ کو اور چیزوں میں فضل و کمال اور دسترس حاصل تھی، وہیں حسن انتظام میں بھی مثال نہ رکھتے تھے، جس کی بنا پر بڑوں میں قدر کی نگاہوں

سے دیکھے جاتے تھے۔

چنانچہ پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت بریلوی کو اپنے مدرسہ کے لیے ایک قابل مدرس کی ضرورت پڑی تو حضرت محدث سورتی نے آپ کا نام پیش کیا، آپ بریلی پہنچے، دارالعلوم منظر اسلام میں مدرس مقرر ہوئے، آپ کی قابلیت اور حسن انتظام کو اعلیٰ حضرت نے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور دارالعلوم کا سارا انتظام آپ کے حوالے کر دیا۔ آپ اعلیٰ حضرت کے مرید بنے اور پھر خلیفہ بنے''۔ (حاشیہ الاستمداد، ص:۹۱۔۹۰)

## فتویٰ نویسی اور فیضانِ اعلیٰ حضرت:

میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ حضرت صدر الشریعہ ایک مختصر سی زندگی میں گھریلو کثرتِ مصروفیات کے باوجود کیسے اتنے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دے گئے کہ ایک طرف بے مثال شاگردوں اور دینی سپاہیوں کی زبردست ٹیم تیار کرنا تو دوسری طرف ''بہار شریعت'' جیسی ضخیم کتاب تیار کرنا، پھر خدمت خلق، بیعت وارشاد اور دارالعلوم منظر اسلام کی خدمات وغیرہ کئی طرح کے اشغال اس کے باوجود کثرتِ فتاویٰ نویسی کا کام (جیسا کہ فتاویٰ امجدیہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے) آخر ان کے کام میں اتنی برکتیں کہاں سے آئیں۔ لیکن ذہن کی خلش اس طرح دور ہو جاتی ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے بزرگوں کا سایۂ کرم و دست شفقت ہو، اس کے وقت اور کام میں ضرور برکت ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اسے پھر کہیں تنگی وقت اور ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑتا ہے۔

مجھ پر اس کا واضح طور پر انکشاف اس وقت ہوا جب آپ کی سوانح حیات پر میں نے ایک سرسری نظر ڈالی۔ اس کی جیتی جاگتی تصویر انھیں کی نوکِ قلم سے ملاحظہ کیجیے۔ اپنے شفیق استاذ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں کہ:

اس کے بعد بلا تکلف اس خدمت افتا وغیرہ کو انجام دیتا رہا اور یہ سمجھ لیا کہ جس طرح اعلیٰ حضرت نے اپنی حیات میں لوگوں کے سامنے اس کام کو تفویض فرمایا تھا، اب بھی اس کام کو مجھ سے لینا چاہتے ہیں اور جو کچھ دشواریاں ہوں گی، اس میں وہ خود مددگار ہوں گے۔ چنانچہ کبھی باوجود اپنی کم بضاعتی کے اس سلسلے میں دشواریاں پیش نہیں آئیں، للہ الحمد''۔

(خود نوشت سوانح، بحوالہ دیباچہ فتاویٰ امجدیہ اول)

مزید برآں حضرت صدر الشریعہ کا مقام افتا و فقہ میں کتنا بلند تھا، اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ وقت کے چوٹی کے عالم علامہ غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

''آپ کو فقہ کے جمیع ابواب کے تمام جزئیات ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ مستحضر تھے''۔

## صدر الشریعہ اور فتاویٰ رضویہ جلد دوم کی ترتیب:

اربابِ علم و دانش کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کے بعد ہندوستان کو سب سے بڑا علمی ذخیرہ فتاویٰ رضویہ ملا ہے، جو درحقیقت ایک اَنمٹ انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس کے بعد روحانی و عملی زندگی میں نکھار و بہار لانے والی شاہکار علم و فن ''بہار شریعت'' کا تحفہ۔ مگر ایک زمانے تک

فقہی انسائیکلو پیڈیا ترتیب وطباعت کا منہ نہ دیکھ سکا اور امت کو اس سرمایہ سے غیر مستفیض و نا آشنا رہنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ استاذ العلما حافظ مولانا عبد الرؤف صاحب مرحوم اور استاذ گرامی بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب مبارک پوری کے درجات بلند فرمائے کہ ان حضرات نے بڑی جانفشانی و مشقت اٹھا کر تیسری جلد سے آٹھویں جلد تک فتاویٰ رضویہ کی ترتیب وتبویب کر کے اور طباعت کرا کر امت مرحومہ پر بڑا احسان کیا ہے، جب کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی یہ بے لوث خدمت اور عظیم کارنامہ بھی تا قیام قیامت بھلایا نہیں جاسکتا کہ انھوں نے ہی فتاویٰ رضویہ جلد دوم کی ترتیب و اشاعت کا کام انجام دیا۔ چنانچہ انھوں نے خود اجمیر شریف جاتے وقت حضرت شارح بخاری قبلہ سے اس کی بابت فرمایا۔ حضرت شارحِ بخاری دام ظلہم لکھتے ہیں:

"کسی نے فتاویٰ رضویہ جلد دوم کی ترتیب بھی حضرت مفتی اعظم ہند کی طرف منسوب کردی، جب کہ یہ کام حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ نے خود مجھ سے بیان فرمایا: جب میں اجمیر جانے لگا تو کچھ کاغذ مطبع اہل سنت میں موجود تھا، میں نے جلدی جلدی فتاویٰ رضویہ جلد دوم کو مرتب کیا اور چھپوا دیا"۔ (مقالہ از مفتی شریف الحق صاحب شارحِ بخاری، مشمولہ انوار مفتی اعظم، ص:۲۷۶)

## آپ کو صدر الشریعہ کا خطاب کس نے دیا:

کبھی کسی انسان کو، عقیدت مندوں اور مریدوں کی طرف سے القاب وخطابات ملتے ہیں، اس میں یہ امکان ہے کہ خوش عقیدگی میں مبالغہ آرائی یا خلافِ واقعہ وصف بیانی سے کام لیا گیا ہو، مگر کتنا بلند پایہ مقام ہوگا اس شخص کا جسے اچھے اور اعلیٰ خطاب سے یاد کر رہا ہے تو کوئی عام انسان یا مرید و متوسل نہیں، بلکہ علم وفن کا شہنشاہ اور دنیائے سنیت کا تاجدار ہے، جس کو عاشق رسول اعلیٰ حضرت مجددِ اعظم امام اہل سنت سے زمانہ جانتا اور پہچانتا ہے۔ عظیم المرتبت شخصیت نے ہی حضرت مولانا امجد علی قدس سرہ کو "صدر الشریعہ" کے خطاب سے نوازا۔ اس ہستی نے اس لقب سے ملقب کیا، جو خلافِ حقیقت مبالغہ آرائی سے کوسوں دور رہتی تھی اور مدح و وصف بیانی بھی اپنے محبوبِ حقیقی ہی کی کرنیوالی تھی یا اس کی جو اس محبوب کا محبوب ہوجائے۔ کیا مجال کہ کوئی اہل دولت وثروت اس ثنا خوانِ مصطفیٰ، واصف شاہِ ہدیٰ کی زبان سے اپنی مدح کرالے۔ ان کا سرمایۂ حیات تو بس یہ تھا: شعر

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

معلوم ہوا کہ جس ذاتِ گرامی کے نزدیک مدح وستائش اور القاب وخطابات کے لیے زبان کھولنے کا معیار یہ ہو، وہ ہرگز کسی لفظ کو غیر محل میں نہ رکھے گی۔ بلکہ شخصیت کے لحاظ سے جو لفظ موضوع موزوں رہے گا، وہی لفظ استعمال کرے گی۔

اب آیئے ذرا لفظ صدر الشریعہ کے معنی پر غور کریں، تا کہ اس سے خفا کا پردہ چاک ہوجائے اور ذات وشخصیت اجاگر ہوکر سامنے آئے۔

مولانا عبد الحئی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں "صدر الشریعہ" کے معنی کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قوله ابن صدر الشريعة صدر القوم يقال

لاجلهم وافضلهم فالمعنى اجل اهل الشريعة ویجوز ان یکون بمعنی صدر الانسان فهو لکثرت ممارسته بالممارسة الدينية كان كالجرء الاعلى من الانسان".

ترجمہ:۔ یعنی صدر کے معنی زیادہ بزرگی والا اور افضل کے آتے ہیں اور صدرالقوم، قوم کے بزرگ ترین اور افضل شخص کو کہا جاتا ہے۔ تو اب صدرالشریعہ کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت کے جاننے والے اور اس پر عمل پیرا ہونے والوں میں سب سے زیادہ بزرگ شخص اور یہ بھی ممکن ہے کہ صدر کے معنی صدر انسان، یعنی انسان کا سینہ و دل ہوں اور یہ لقب اس مناسبت سے دیا گیا کہ انسان کا سب سے اعلیٰ واشرف جز سینہ ودل ہے تو جو انسان دین وشریعت سے کثرتِ ممارست اور کافی لگاؤ رکھے گا تو وہ انسانوں میں اعلیٰ وبلند مرتبت ہے، جیسے انسان کا جزءِ اعلیٰ دل وسینہ۔

صدرالشریعہ کے خطاب کے تعلق سے یہ اظہر من الشمس ہوگیا کہ حضرت مولانا شاہ امجد علی قدس سرہ واقفانِ علم شریعت وتبعین شریعت میں اجل و بزرگ ترین اور بنی نوعِ انسان کی جان ودل ہیں۔

اعلیٰ حضرت واقف اسرارِ شریعت امام اہل سنت نے آپ کی اس جلالت علمی وبزرگی کا اظہار اس وقت بھی کیا ہے، جب بہارشریعت پر تقریظ لکھی۔ اس مقام پر وہ ان الفاظ میں یادکرتے ہیں:

"اخی فی الله ذی المجد والجاه والطبع السليم والفكر القويم والفضل والعلى مولانا ابو العلى".

مجددِ اعظم کی طرف سے یہ وہ تمغۂ مجد وجاہ اور کمال فضل وعلومرتبت ہے، جس کے سبب اہل علم بھی آپ کی جوتیوں' اپنے سر پر رکھنے کو اپنے لیے فخر وانبساط کا باعث سمجھتے ہیں۔

۴؍ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ کو مولانا مبین الہدیٰ صاحب نؔ خلیفۂ مفتی اعظم ہند نے ایک ملاقات پر راقم سے یہ بیان فرمایا کہ:

"ایک مرتبہ سید العلما حضرت سید آلِ مصطفیٰ مارہروی قدس سرہ "بیت الانوار" گیا ایک جلسہ کی بابت تشریف لائے، خواص وعوام کی ایک مجلس میں حضرت صدرالشریعہ کا تذکرہ چھڑ گیا تو حضرت سید العلما نے برجستہ فرمایا کہ حضرت صدرالشریعہ کا مقام ہے کہ اگر آپ کی جوتیاں مجھے مل جائیں تو اپنے سر پر رکھنے کو باعث فخر وانبساط سمجھوں گا انھیں سر پہ لیے گھومتا رہوں گا"۔

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہِ خدا<br>
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

<u>آپ کے تلامذہ:</u>

حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ:

"آدمی وفات پا چکتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہوجاتے ہیں، مگر تین چیزیں اس کے مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہیں اور فائدہ پہنچاتی رہتی ہیں۔ (۱) صدقۂ جاریہ (۲) علم نافع (علم دین) (۳) نیک اولاد، جو اس کے لیے دعائے خیر کرے"۔ (مشکوٰۃ شریف)

یہ حضور صدرالشریعہ کی کمالِ خوبی ہے کہ آپ کی زندگی

زبانِ رسالت کے بیان کردہ ان تینوں اعمال کے معیار پر بدرجۂ اتم اترتی ہے۔ جہاں آپ نے کئی ہزار صفحات پر مشتمل ''بہارشریعت، فتاویٰ امجدیہ'' لکھ کر قوم کو علمی ذخیرہ دے کر صدقۂ جاریہ اور نہ ختم ہونے والے ثواب کا کام کیا ہے، وہیں علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری، علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب محدث کبیر، فخر القرا مولانا قاری رضاء المصطفیٰ صاحب، مولانا ثناء المصطفیٰ صاحب، صاحب الفضل مولانا بہاء المصطفیٰ صاحب، حضرت استاذِ گرامی مولانا فداء المصطفیٰ صاحب جیسی صالح اولاد چھوڑی، جنھوں نے اپنے علم وفضل کے دریا بہائے اور آج بھی بہار رہے ہیں اور زندگی کو قرآن وسنت کے مطابق گزارنے میں قابل تقلید نمونہ ہیں۔ اور آپ نے جو علم حاصل کیا اور دوسروں تک پہنچایا، وہ سراپا علم نافع ہے، خود بھی اسے سینے میں بسایا اور اس پر عمل پیرا ہوکر دین کا احیا فرمایا اور شاگردوں اور متوسلین تک بھی پہنچا کر نفع رسانی کا کام کیا۔ وہ علم ہے، علم قرآن، علم حدیث اور علم فقہ۔

ان علومِ نافعہ کو ایسا پہنچایا کہ لینے والے ہر ایک کو وقت کا امام بنا دیا۔ کسی کو علم حدیث کا امام، کسی کو آلۂ علومِ نافعہ منطق ونحو کا امام، کسی کو زہد وتقویٰ کا امام، کسی کو تفسیر کا امام تو کسی کو تصوف واخلاق کا غزالی اور کسی کو فقہ کا امام محمد۔ اس آفتابِ علم وفن اور ماہتابِ زہد وورع کے گرد گھومنے والے درخشندہ ستاروں کی ایک لمبی فہرست ہے، لیکن مشہور تلامذہ کے اسما یہ ہیں:

(۱) محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب لائل پوری علیہ الرحمہ۔

(۲) شیر بیشۂ اہل سنت مناظر اعظم حضرت مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمہ۔

(۳) سید العلما سید آلِ مصطفیٰ مارہروی علیہ الرحمہ۔

(۴) حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ۔

(۵) مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قادری اڑیسہ علیہ الرحمہ۔

(۶) حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ۔

(۷) شمس العلما حضرت قاضی شمس الدین صاحب جونپوری علیہ الرحمہ۔

(۸) مفتی کانپور حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب مظفر پوری علیہ الرحمہ۔

(۹) حضرت مولانا غلام یزدانی اعظمی علیہ الرحمہ۔

(۱۰) حضرت مولانا سلیمان صاحب بھاگلپوری اشرفی علیہ الرحمہ۔

(۱۱) حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ۔

(۱۲) حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ پاکستان۔

(۱۳) حضرت مولانا مبین الدین امروہوی علیہ الرحمہ۔

(۱۴) حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب اعظمی علیہ الرحمہ۔

یہ شاگردوں کی وہ ٹیم ہے، جو بذاتِ خود اپنے اپنے وقت کے سرچشمۂ علم وحکمت، امام علم وفن، آفتاب جاہ وجلال، ماہتابِ فضل وکمال اور مردِ میداں رہے ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے بے شمار شاگرد وہ ہیں، جنھیں احاطۂ تحریر میں لانا محال

نہیں تو مختصر ضرور ہے۔ یہ افراد و فحول تو صرف قریباً دس سال کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں، جو انھوں نے ۱۳۴۳ھ سے ۱۳۵۲ھ تک خواجہ کی نگری میں مدرسہ معینیہ اجمیر معلیٰ کے قیام کے دوران تیار کیا، ورنہ آپ ابتدا میں محدث سورتی کے مدرسۃ الحدیث میں بعدہ مرکز اہل سنت منظر اسلام بریلی میں تعلیم دے چکے ہیں۔ ۱۳۵۲ھ کے بعد بھی کئی ایک مدرسہ میں آپ تعلیم دیتے رہے، ان کے علاوہ میری یادداشت میں جید افراد یہ بھی ہیں، جنھیں آپ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے:

(۱۵) استاذِ گرامی شارحِ بخاری فقیہ النفس حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی دامت برکاتہم القدسیہ۔

(۱۶) سید ظہیر احمد صاحب نگینوی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ مصنف رسم الافتا و المفتی۔

(۱۷) حافظ و قاری محبوب رضا خاں بریلوی۔

(۱۸) صاحب تصنیفاتِ کثیرہ مولانا مفتی خلیل احمد صاحب مارہروی پاکستان۔

(۱۹) مولانا فیض الہدیٰ صاحب بیت الانوار گیا علیہ الرحمہ۔

(۲۰) پیر طریقت فیض العارفین مولانا غلام آسی پیا صاحب ملک رامپور دامت برکاتہم القدسیہ۔

(۲۱) مولانا علاء الدین صاحب مرحوم سابق شیخ الحدیث مدرسہ فیض العلوم جمشید پور۔

(۲۲) مفتی مولانا ظفر علی صاحب پاکستان۔

(۲۳) ابوالمحاسن حضرت مولانا محمد محسن صاحب فقیہ شافعی بھیونڈی خطیب شافعی مسجد کراچی پاکستان۔

(۲۴) صوفی باصفا حضرت مولانا صدیق صاحب بناری۔

یہ وہ گروہِ علم و فضل ہے، جس کا ہر فرد خود مستقل سوانح حیات لکھے جانے کے قابل ہے۔ ان سبھوں نے تصنیفات، درسیات، خطابت اور علمی و عملی دنیا میں بذاتِ خود ایسے نمایاں کارنامے انجام دیے ہیں، جن کا معرض تحریر میں لانا دشوار، کچھ لوگوں نے ان پر قلم اٹھانے کی کوشش بھی کی تو "مشتے از خروارے" کی حد تک و بس۔

صدر الشریعہ کے ان تلامذہ کے اندر یہ خوبیاں کیوں نہ آئیں، جب کہ آپ بنفسہٖ وفورِ علم و عمل اور کمالِ تقویٰ و پرہیزگاری سے جہاں مزین تھے، وہیں آپ کے اساتذۂ کرام و مشائخ فخام علم و عمل اور ولایت کے جبالِ شامخ تھے، ان کا سایہ آپ پر اور آپ کے شاگردوں پر چھایا رہا اور محبوب و مشہورِ زمانہ بنا دیا۔

آپ کے اساتذہ میں نابغۂ روزگار شخصیتیں علامہ ہدایت اللہ رامپوری، شاگردِ رشید امام المعقولات والمنقولات علامہ فضل حق خیرآبادی مجاہد جنگ آزادی قدس سرہما۔ مجددِ اعظم امام اہل سنت عاشق رسول اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور حافظ الحدیث حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہما الرحمۃ والرضوان ہیں۔

اشعار:

سلامی جا بجا ارض و سما دیں
مہ و خورشید پیشانی جھکا دیں
ترے خدام اے صدر شریعت
جدھر جائیں فرشتے پر بچھا دیں

(شفیق جونپوری)

## صدرالشریعہ کا فیضانِ تربیت:

سنت سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہت سارے لوگ چلتے ہیں، لیکن بہت بڑا انسانی کمال اس میں ہے کہ جس روش کو خود اختیار کیے ہوئے ہے، اپنے ماننے والوں اور شاگردوں میں بھی رچا بسا دے۔

حضرت صدرالشریعہ کا یہ کمالِ اتباعِ رسول اور آپ کی مقبولیت ہی کہیے کہ جو آپ کرتے اور جس سنت کو ادا کرتے، آپ کے تلامذہ اور معتقدین اور متوسلین بھی اپنے کو اسی رنگ میں ڈھال لیتے اور ''صبغۃ اللہ'' کا جلوہ ان میں نظر آتا۔

ذیل میں حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی روش اور طرزِ زندگی کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے، جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ حضور صدرالشریعہ اپنا اثر اور نقش دوسرے پر کیسے چھوڑتے تھے۔

علامہ محمد احمد مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ اپنی آپ بیتی ضبطِ تحریر میں لاتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

دورۂ حدیث کے سال موسمِ سرما میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان صبح کے وقت مدرسہ جانے کے لیے نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ حضرت جب راستہ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین سمٹی جا رہی ہے، لوگ ہزار کوشش کرتے، لیکن حضرت سب کے آگے ہی رہتے تھے (اس لیے کہ انھیں طئی ارض کی صفت حاصل تھی) میں نے بھی کوشش کی کہ قریب ہو جاؤں، لیکن نہ ہو سکا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان لال چوک کے قریب پہنچ گئے تھے، حضرت کی رفتار میں غیر معمولی تبدیلی دیکھ کر میں تیزی سے آگے بڑھا، جب قریب پہنچا تو حضرت نے مجھ سے سوال فرمایا کہ دیکھو ان دونوں سایوں میں کیا فرق ہے؟ یک بیک ایسا سوال جس کا جواب سوچنے کا بھی موقع نہ تھا، میری زبان سے برجستہ نکل گیا کہ بہت بڑا فرق ہے، پھر سوال فرمایا کہ کیا فرق ہے؟ میں نے عرض کیا کہ وہ حضور کا سایہ ہے اور یہ آپ کے غلام کا ہے۔ فرمایا: نہیں، ان دونوں سایوں کے سروں کو دیکھو کیا فرق ہے؟ اب جب میں نے غور سے دیکھا تو ایک نمایاں فرق نظر آیا، میں نے عرض کیا کہ حضرت کا سرِ مبارک چلنے میں متحرک نہیں نظر آتا ہے، بلکہ بغیر ارتعاش کے آگے بڑھتا جا رہا ہے اور میرا سر چلنے میں متحرک نظر آ رہا ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا: میاں یہی تو بات ہے، میں نے چلنا بھی حضرت صدرالشریعہ سے سیکھا ہے، چلا اس طرح جاتا ہے۔ اب ذرا غور کیجیے! کہ چلنا فطری انداز ہے اور جو انداز شروع شروع میں اختیار ہو جاتا ہے، اس کے برخلاف چلنا بڑا دشوار ترین امر ہے، بلکہ قریب المحال ہے۔ لیکن حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے روش میں بھی بزرگوں کا اندازِ روش اختیار فرمایا اور اپنے اندازِ روش کو بزرگوں کے اندازِ روش میں (جو عین سنت کے مطابق ہوتی ہے) ڈھال لیا''۔

(افکار اور کارنامے، ص: ۹۷)

## حضرت صدر الشریعہ ایک بافیض ولی:

جن نفوسِ قدسیہ کو اللہ تعالیٰ نے قلوبِ صافیہ و چشمِ بینا عطا فرمائی ہیں، وہ ولیوں کے وفات پانے کے بعد بھی ان کی زیارت ودیدار سے مشرف ہوتے ہیں۔ جس طرح ان کی ظاہری زندگی میں ان کے دربار کی حاضری کو باعث سعادت سمجھتے، اسی طرح ان کے دنیا سے جانے کے بعد بھی ان کی بارگاہ میں آنا لازم سمجھتے ہیں، اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ ولی مرنے کے بعد بھی ولی رہتا ہے، ایسا نہیں کہ پردہ فرمانے کے بعد اس کی ولایت اور خدا دوستی ختم ہوجاتی ہے، وہ تو آج بھی اسی طرح زندہ وفیض رساں ہے، جس طرح کل تھا۔ اس سلسلہ میں روحانیت کے سرتاج حضرت مجاہد ملت اور حافظ ملت کے مزار صدر الشریعہ پر حاضری اور آپ دونوں کے مشاہدات و کلمات حق کو نقل کرنا مناسب ہوگا۔ اسے محدث کبیر شیخ الجامعۃ الاشرفیہ کے قلم سے ملاحظہ فرمایئے:

غالباً ۱۳۹۱ھ یا ۱۳۹۲ھ کا واقعہ ہے کہ طویل غیر حاضری کے بعد عرسِ امجدی میں گھوسی وارد ہوئے۔ (صدر الشریعہ کے) عرس کے اجلاس میں دورانِ تقریر اپنی مسلسل غیر حاضری کا سبب بیان کرتے ہوئے آپ (مجاہد ملت) نے فرمایا کہ عرس کی آمد پر مجھے ہر سال حضرت علیہ الرحمہ کی زیارت خواب میں ہوتی رہتی ہے، جس کا صاف مطلب یہی تھا کہ حضرت مجھے طلب فرمانا چاہتے ہیں، مگر چند ضروری مصروفیات عین وقت پر ہمیشہ رکاوٹ بن جایا کرتی تھیں۔ امسال بھی حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی، اس کیفیت میں کہ انداز سے جلال ظاہر ہو رہا تھا، یہی معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت میرا انتظار فرمارہے ہیں۔ اسی دوران عرس کا دعوت نامہ بھی موصول ہوا، اب بہر صورت آنا تھا اور آگیا۔ ابھی سلسلۂ تقریر جارہی تھا کہ آپ اچانک مزارِ مقدس کی طرف متوجہ ہوگئے اور اشک بار آنکھوں کے ساتھ رقت انگیز لہجہ میں معافی کے خواستگار ہوئے۔ حضرت صدر الشریعہ کی کرم فرمائی بھی پیش کرتے جاتے تھے۔ مجاہد ملت کے بعد حافظ ملت علیہ الرحمہ نے تقریر شروع کی۔ دورانِ تقریر بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ جملہ صادر ہوا کہ حضرت صدر الشریعہ بلاشبہ ولی تھے، وہ اب بھی اسی طرح زندہ ہیں، جیسے پہلے تھے۔ ابھی ابھی حضرت مجاہد ملت نے ان کا دیدار کیا۔ اتنا فرماتے ہی حضرت سنبھل گئے اور فوراً اپنی تقریر کا رُخ موڑ دیا۔ چنانچہ جو حضرات متوجہ تھے اور جنھیں حضرت حافظ ملت کے کشف وکرامات، نیز اندازِ بیان کا علم تھا، وہ تو عقدہ حل کر چکے تھے۔ انھیں یقین ہوگیا کہ حافظ ملت اور مجاہد ملت جنھیں حضرت صدر الشریعہ سے قرب حاصل ہے، ان دونوں حضرات کو اس وقت حضرت کا سر کی آنکھوں سے دیدار نصیب ہوا''۔ (ماہنامہ اشرفیہ کا مجاہد ملت نمبر، ص:۸۹)

☆☆☆

# حضور صدرالشریعہ
# کی علم حدیث میں شانِ عبقریت

مفتی عابد حسین صاحب
شیخ الحدیث فیض العلوم جمشید پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**الحمد لله نحمده ونصلى على رسوله الكريم وآله الطيبين واصحابه الطاهرين**

فقہ حنفی کو فقہ مالکی، فقہ شافعی، اور حنبلی پر اس لیے فضیلت وفوقیت حاصل ہے کہ وہ جہاں قرآن وحدیث کے بالکل مطابق ہے وہیں دلائل عقلیہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ ہر دور میں اس کے متبعین اکثریت میں رہے ہیں اور الحمدللہ آج بھی اس کے مقلدین زیادہ تعداد میں ہیں۔

امام ابوجعفر طحاوی (ولادت: ۲۳۹ھ وفات: ۳۲۱ھ) ان خوش نصیبوں میں ہیں جنھوں نے شرح معانی الآثار معروف بہ طحاوی شریف لکھ کر اور اس میں فقہ حنفی کی موید احادیث درج کرکے اس کی زبردست تائید وحمایت کی ہے۔ کتاب مستطاب ''کتب سنن'' کے درجہ میں ہے۔ بلکہ بہت سے ائمہ حدیث نے اسے سنن اربعہ پر ترجیح دی ہے۔ مگر افسوس کہ اس کتاب کو معرض وجود میں آئے ہوئے گیارہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ ہوگیا لیکن اس کی کوئی اہم شرح ابھی تک دستیاب نہیں ہے۔

علامہ عینی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس کی شرح کی بھی، جس کا نام ہے نخب الافکار اور مبانی الاخبار، مگر وہ بروقت عام طور پر دستیاب نہیں ہے۔ کوئی مبسوط حاشیہ بھی نظر سے نہیں گزرا۔ ہاں اہل سنت کے ایک عظیم سرخیل حضرت مولانا محدث سورتی علیہ الرحمہ ایک مختصر سا حاشیہ نظر سے گزرا، جو طحاوی شریف کے ساتھ ہندوستان میں چھپ رہا ہے۔ معلوم نہیں فقہائے احناف نے کیوں کر اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ جب کہ اکابر فقہا سب کے سب محدث تھے۔ کوئی بعید نہیں کہ وہ اس طرف توجہ فرماتے تو ضرور اس کی اور موطا امام کی کئی مبسوط شرحیں منظر عام پر آجاتیں۔

حسرت اس بات پر بھی ہے کہ علمائے احناف دوسرے مسلک کی کتب احادیث کی شروحات اور حاشیہ نگاری میں تیزگام نظر آتے ہیں۔ اگر پیچھے ہیں تو اپنے مسلک کی کتب احادیث میں۔ جب کہ دوسرے مسالک کے علمائے کرام کی توجہ عموماً اپنے مسلک کی کتب کی خدمات پر مرکوز ہے۔

ہزاروں رحمتیں ہوں خلیفہ اعلیٰ حضرت فقیہ اعظم ہند حضور صدرالشریعہ علامہ امجدی علی اعظمی قدس سرہ پر کہ انھوں نے اپنے شاگردوں اور علمائے کرام پر کرم کرتے ہوئے اس پر مبسوط حاشیہ ''کشف الاستار'' کے نام سے لکھ دیا، جو تمام مغلقات اور مبہمات کو حل کرنے کی حیثیت سے شرح کا کام دیتا ہے۔ یہ حاشیہ اپنے اندر کئی خصوصیات رکھتا

ہے۔اس میں باب سے متعلق احادیث کی تخریج بھی ہے اور مدعا کو ثابت کرنے کے لیے موید احادیث کا انبار بھی۔ احادیث کریمہ اور عبارات طحاوی کی تسہیل وتیسیر اور تلخیص بھی ہے۔اور بیشمار مسائل کا استنباط بھی۔اس میں لغات حدیث کا حل بھی ہے اور اسمائے رجال پر گفتگو بھی۔آج ہم اپنے اس مختصر مقالہ میں اسی حاشیہ کی خصوصیات اور حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی فہم حدیث ، شانِ فقاہت اور استنباط مسائل پر روشنی ڈالنا چاہیں گے۔

**بعد نماز عصر دورکعت نماز نفل پڑھنے کا مسئلہ:**

بعض علما نے کہا کہ جس شخص نے نماز عصر پڑھ لی ہے اس کے لیے اس کے بعد نماز نفل پڑھنا جائز ودرست ہے۔ داؤد ظاہری کا بھی یہی مسلک ہے۔لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عصر کے بعد کوئی نفل پڑھنا جائز نہیں ہے۔امام ابوجعفر طحاوی نے اپنی کتاب مستطاب شرح معانی الآثار میں ایک باب باندھا ہے "باب الرکعتین بعد العصر" اس کے تحت دونوں فریق کی موید حدیثیں لائی ہیں۔پھر کئی احادیث رسول سے امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کو ترجیح دی اور ثابت کیا ہے۔

مجوزین کی طرف سے ایک حدیث یہ پیش کی ہے:

"عن عائشة قالت ما ترک رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الرکعتین عندی بعد العصر قط".

ترجمہ:۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی میرے پاس جلوہ فرما رہے تو کبھی انھوں نے عصر کے بعد دورکعت نماز پڑھنا نہ چھوڑا۔

(شرح معانی الآثار مع کشف الاستار ص۲۴۲ جلد دوم)

امام طحاوی بہت سے دیگر مصنفین سے ہٹ کر اسلوب تحریر میں امتیازی شان رکھتے ہیں۔کہ آپ مثبت ومنفی دونوں پہلوا جاگر کرتے ہیں۔مثبت اور نافی دونوں طرح کی احادیث پیش کرکے مسلک حنفی کی خوبی ظاہر کرتے ہیں۔ اس کا کئی جہت سے مدلل اور مطابق نقل وعقل ہونا ثابت کرتے ہیں۔چنانچہ آپ نے جہاں بعد عصر دورکعت نماز پڑھنے پر دلالت کرنے والی دس روایات کا ذکر کیا ہے،وہیں بتیس ان احادیث کا ذکر کرتے ہیں جو اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ بعد عصر نماز نفل پڑھنا ناجائز وممنوع ہے۔ان میں سے ایک حدیث یہ ہے۔

حضرت کریب سے روایت ہے کہ ابن عباس ، عبدالرحمٰن بن ازہر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا یہ ہماری طرف سے انہیں سلام کہو اور بعد نماز عصر دورکعت نماز نفل پڑھنے کے بارے میں ان سوال کرو،اور یہ عرض کرو کہ آپ یہ دورکعتیں پڑھتیں ہیں،جب کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دورکعت سے منع فرمایا ہے۔

حضرت کریب کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ پاس آیا اور ان تک وہ پیغام پہنچایا جو ان تینوں نے کہا تھا۔حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جا کر پوچھو پھر میں ان تینوں کے پاس واپس لوٹ کر آیا اور کہا کہ حضرت عائشہ نے

یہ فرمایا ہے، پھران سبھوں نے اس پیغام کو لے کر مجھے حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا لہٰذا پیغام پہنچانے پر ام سلمہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ اس نماز سے منع فرماتے ہیں۔ پھر میں نے انہیں یہ پڑھتے دیکھا، آپ نے اس وقت یہ نماز پڑھی جب عصر پڑھ کر میرے پاس تشریف لائے، اور میرے پاس انصار میں سے بنی حوام کی کچھ عورتیں تھیں۔ میرے پاس پہنچنے کے بعد یہ نماز پڑھی، میں نے ایک بچی کو آپ کے پاس بھیجا اور میں کہا کہ حضور کے بغل میں کھڑی ہوجا، اور عرض کر کہ آپ سے حضرت ام سلمہ عرض کرتی ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "لم اسمعک تنهی عن هاتین الرکعتین و اراک تصلیها" (میں نے آپ سے سنا ہے کہ آپ اس دورکعت نفل سے منع فرماتے ہیں اور آپ کو میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ انہیں پڑھ رہے ہیں۔ اگر حضور ہاتھ سے اشارہ کریں تو، پیچھے ہٹ جانا بچی نے ایسا ہی کیا، کہ حضور کے پہلو میں آ کر کھڑی ہوگئی، حضور نے اشارہ فرمایا تو پیچھے ہٹ گئی۔ جب سلام پھیر کر فراغت فرمائی تو فرمایا: اے بنت ابی امیہ (ام سلمہ) تو نے عصر کے بعد دورکعت والی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وفد عبدالقیس کہ کچھ لوگ اسلام لانے میرے پاس آئے تو ان کے ساتھ مشغولیت ظہر کے بعد والی دورکعت سنت سے مانع ہوئی تو یہ وہی دورکعت ہے، جو میں نے ابھی پڑھی ہے۔

(شرح معانی الاثار ج دوم ص۲۴۵/۲۴۶)

دوسری حدیث یوں ہے:

"عن حمران بن ابان قال خطبنا معاوية بن ابی سفیان فقال یاایها الناس انكم تصلون صلوٰة قدصحبنارسول الله تعالیٰ علیه وسلم ما رأیناه یصلیها وقد نهی عنها یعنی الرکعتین بعد العصر".

ترجمہ:۔ حضرت حمران بن حبان کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ ابن ابی سفیان نے خطبہ دیا تو فرمایا کہ اے لوگو! تم لوگ ایسی نماز پڑھتے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں، میں رہا ان کو یہ نماز پڑھتے نہ دیکھا تحقیق کہ انہوں نے عصر کے بعد والی دورکعت سے منع فرمایا۔

(شرح معانی الآثار مع کشف الاستار جلد دوم، ص۲۵۲)

اس روایت کو بخاری اور بیہقی نے بھی بیان کیا ہے۔

(کشف الاستار ص۲۵۲)

اسی طرح یہ روایتیں بھی ملحوظ خاطر رہیں کہ حضرت سیدنا عمر اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لوگوں کو مار مار کر منع کرتے تھے جو بعد نماز عصر نفل پڑھا کرتے تھے۔

الفاظ حدیث ملاحظہ ہوں:

"عن أبي جمرة قال سالت بن عباس عن الصلاة بعد العصر فقال رأيت عمر يضرب الرجل اذا رآه يصلی بعد العصر".

(شرح معانی الآثار ص ۲۵۳)

"عن الاشتر قال كان خالد بن الوليد يضربه الناس على الصلاةبعد العصر".

(شرح معانی الآثار ص ۲۵۳)

اس سے واضح ہوا کہ دونوں مدعا کے حوالے سے حدیثیں وارد ہیں۔ لہٰذا داؤد ظاہری اس بات کی طرف گیا کہ

بعد عصر نماز پڑھنا مطلقاً جائز ہے اور کچھ صحابہ سے بھی ایسا منقول ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ ان صحابہ کرام تک منع والی حدیث نہیں پہنچ پائی یا یہ کہ انہوں نے اس حوالے کی نہی (منع) کو نہی تنزیہی پر محمول کیا، تحریمی پر نہیں۔

حضور صدر الشریعہ قدس سرہ نے اپنے مایہ ناز حاشیہ کشف الاستار میں یہ ذکر کیا کہ جن روایتوں میں یہ ذکر ہے کہ حضور نے عصر کے بعد نماز پڑھی وہ خصائص نبوت سے ہے۔

چنانچہ آپ رقم طراز ہیں:

"ونحن نقول :صلوته بعد العصرمن خصائصه لا يجوز لاحد ان يتنفل بعد العصر ويدل عليه ما رووه ابو داؤد والبيهقى عن ذكوان مولىٰ عائشةانها حدثته ،ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلى بعد العصر ركعتين وينهى عنهما ويواصل وينهى عن الوصال وما روى عن ام سلمة رضى الله تعالىٰ عنها حين صلى النبى صلى الله عليه وسلم بعد العصر سالته يا رسول الله افتقضيهما اذا فاتتا قال لا "فدل هذا ان هذه الصلوٰة مخصوصة بالنبى صلى الله عليه وسلم لا يجوز لاحدان يصليها". (كشف الاستار ص ۲۴۳)

ترجمہ:۔"اور ہم یہ کہتے ہیں کہ عصر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا تو یہ خصائص نبوت میں سے ہے۔اور اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جس کی روایت ابوداؤد اور بیہقی نے کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آزاد کردہ غلام حضرت ذکوان سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے ان سے حدیث بیان کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے بھی اور اس سے منع بھی فرماتے تھے۔صوم وصال رکھتے بھی اور اس سے منع بھی فرماتے تھے۔اور وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز پڑھی تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کیا ہم ان دو رکعت کی قضا پڑھیں جب یہ فوت ہوجائیں۔تو آپ نے فرمایا نہیں۔تو یہ دلالت کرتی ہے کہ یہ نماز صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ان کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ اسے پڑھے"۔

اور جب ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث میں یہ ہے، کہ حضور نے ظہر کی فوت شدہ سنت بعد عصر پڑھی تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا ہم بھی اس کی قضا پڑھیں تو حضور نے فرمادیا کہ نہیں۔تو واضح ہوا کہ بعد عصر کوئی نفل نہیں پڑھ سکتے اگرچہ فوت شدہ سنت ہی کیوں نہ ہو۔حضور کا پڑھنا آپ کی خصوصیت ہے۔لہٰذا یہ حدیث امام شافعی کے خلاف ہے کہ وہ ظہر وغیرہ کی فوت شدہ سنتوں کو پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

حضور صدر الشریعہ نے صرف دعویٰ نہیں کیا بلکہ دلیل سے بھی مزین کیا ہے۔جیسا کہ درج بالا عبارت سے واضح ہے۔نیز آگے چل کر علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ کی یہ عبارت بھی پیش کی ہے "فدل على ان صلوته عليه السلام مخصوصة به دون امته". (یعنی یہ روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بعد عصر حضور کا نماز پڑھنا آپ کے

خصائص میں سے ہے۔آپ کی امت کو اس کی اجازت نہیں)

حضور صدر الشریعہ بابا کے آخر میں امام طحاوی علیہ الرحمہ کے قول کا خلاصہ بھی پیش کرتے ہیں جس سے اصل مسئلہ منقح ہوکر سامنے آجاتا ہے۔آپ لکھتے ہیں: ''اس باب میں جو بھی مذکور ہوا اس کا حاصل یہ ہے کہ بعد عصر نماز پڑھنا اگر چہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے مگر وہ آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کی موجود گی میں بعد عصر دو رکعت پڑھنے والے کو کوڑا مارتے تھے اور کوئی صحابی حضرت عمر کے اس فعل کا انکار نہیں کرتا تھا۔

اور شوافع میں سے ماوردی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔اور خطابی نے کہا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ دوسروں کے لیے یہ حکم نہیں۔اور ابن عقیل نے کہا یہی توجیہ توجیہ ہے۔

اس کے علاوہ ہم دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ مبیح اور حاظر (اباحت اور عدم اباحت پر دلالت کرنے والی روایات) جب متعارض ہوجائیں تو حاظر (عدم جواز پر دلالت کرنے والی) کو متاخر اور ناسخ مانا جاتا ہے۔اور اسی پر عمل ہوتا ہے۔لہٰذا ممانعت والی حدیث کثرت طرق اور اپنے مخرج کے تواتر کے ساتھ مبیح (جواز پر دلالت کرنے والی) حدیث پر راجح قرار پائے گی، اور مبیح مرجوح ہوگی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ نہی (ممانعت) والی حدیث قولی ہے اور مبیح (جواز والی) فعلی ہے اور اصول یہ ہے کہ قولی کو فعلی پر ترجیح ہوتی ہے۔لہٰذا ممانعت والی حدیث کو ترجیح دیا گیا''۔

(کشف الاستار ج ۲، ص ۲۵۵)

## استنباط مسائل:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی درج بالا حدیث سے کئی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔جن کو حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے کشف الاستار میں درج کیا ہے۔انہیں ہم یہاں درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں تا کہ آپ کی شان فقاہت پر روشنی پڑے۔

(۱) حضرت ام سلمہ کی حدیث میں جب ایک لڑکی نے آپ کے حکم سے حضور کے پہلو میں کھڑی ہوکر حضور سے مذکورہ سوال کیا دراں حالیکہ آپ نماز میں تھے تو اس سے ثابت ہوا کہ نمازی کا دوسرے کے کلام کو سننا اور سمجھنا جائز ہے۔اور یہ نماز کے لیے مضر نہیں ہے۔

(۲) اس سے یہ بھی مستنبط ہوا کہ سن کر یقین کی تحصیل پر قدرت رکھنے کے باوجود خبر واحد اور عورت کی خبر کا قبول کرنا درست ہے۔

(۳) کنیت میں تعظیم ہوتی ہے اور آدمی خود اپنے بارے میں تعظیم کا اظہار کرے، جائز نہیں۔لیکن جب اس حدیث میں ہے کہ اے بچی حضور سے کہو کہ ام سلمہ کہتی ہیں تو ثابت ہوا کہ آدمی اپنی کنیت کا ذکر کرسکتا ہے جب کہ کنیت ہی سے جانا پہچانا جاتا ہو۔

(۴) جب حضور نے اسلام لانے والے وفد عبد القیس کو دیکھا تو ظہر کی دو رکعت کو چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہوئے تو ثابت ہوا کہ جب دو دینی کام درپیش ہوں تو پہلے ان میں سے اہم کو اختیار کرے۔لہٰذا حضور نے وفد عبد القیس کے نو مسلموں کی طرف توجہ کی اور سنت ظہر کو اس وقت چھوڑ دیا حتیٰ

کہ اس کا وقت گذر گیا۔ آپ نے اس لیے ایسا کیا کہ ان کے ارشاد و ہدایت میں مشغول ہونا زیادہ اہم تھا۔

(۵) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آداب میں سے ہے کہ آدمی جب کسی نمازی سے کچھ سوال کرے تو پیچھے یا سامنے نہ کھڑا ہو، بلکہ پہلو میں کھڑا ہو، تا کہ مصلی دقت میں نہ پڑے، اور اشارہ کرنے میں مشقت میں نہ پڑے۔

(۶) اس حدیث میں حضرت ام سلمہ کی ذہانت وفطانت پر اور سوال میں نرمی کے ساتھ اچھے طور سے جواب کے منتظر رہنے پر اور ان کے معاملۂ دینی کے اہتمام پر دلالت ہے۔

(۷) اس سے مہمان کے احترام و دل جوئی کا مسئلہ مستنبط ہوتا ہے جب حضرت ام سلمہ نے اپنے پاس کی موجودہ عورتوں کو سوال کرنے کا حکم نہ دیا اور خود سے اٹھ کر اور حضور کے پاس جا کر انہیں نہ چھوڑا، بلکہ ان کے درمیان جلوہ افروز رہیں اور بچی کے ذریعہ سوال کیا۔

(۸) عورتیں کسی عورت کی زیارت کے لیے جا سکتی ہیں اگر چہ اس کا شوہر اس کے پاس ہو۔

(۹) گھر میں نماز نفل پڑھنا ثابت ہوا جب کہ یہ مسئلہ محقق ہے کہ نفل گھر میں پڑھنا مستحب ہے۔

(۱۰) بلا ضرورت نمازی سے قریب ہونا مکروہ ہے۔

(۱۱) یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ آدمی مشکل احکام کی تحصیل و معرفت میں جلدی کرے تا کہ وسوسہ سے نجات پائے۔

(۱۲) جب حضرت ام سلمہ کے حکم سے سوال کرنے والی بچی کو حضور نے ٹھہرنے کا اشارہ کیا تو ثابت ہوا کہ مصلی کا اپنے ہاتھ سے اشارہ کرنا یا دوسرے افعال خفیفہ کرنا مفسد صلوٰۃ نہیں۔ (کشف الاستار ج ۲، ص ۲۴۸ وغیرہ)

اب سوال یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو قول کیا ہے کہ بعد نماز عصر نفل پڑھنا مکروہ و ممنوع ہے تو اس بابت صحابۂ کرام، تابعین عظام، محدثین فخام اور فقہائے ذوی الاحترام سے ان کی تائید ہوتی ہے یا نہیں؟ اس گوشہ کو بھی صدر الشریعہ نے نہیں چھوڑا، اور واضح کیا کہ کن کن اساطین ملت سے آپ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

علامہ عینی کے حوالے سے یوں رقم طراز ہیں:

''ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فجر کے بعد نفل پڑھنے کو مکروہ جانا اور عصر کے بعد بھی یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔ اور یہی قول ہے حسن بصری، سعید بن مسیب، علاء بن زیاد، حمید بن عبد الرحمن کا۔ اور امام نخعی نے کہا کہ یہ لوگ اسے مکروہ جانتے تھے اور صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ اور ابن بطال نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر اب یہ حدیث آتی ہے کہ آپ نے فجر اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام کی موجودگی میں عصر کے بعد نفل پڑھنے والے کو مارا کرتے تھے اور صحابہ کرام انکار نہ کرتے تھے۔ تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بعد عصر حضور کا دو رکعت پڑھنا آپ کی خصوصیات میں سے ہے، امت کے لیے درست نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت علی ابن ابی طالب، عبد اللہ بن مسعود، ابو ہریرہ، سمرہ بن جندب، زید بن ثابت، سلمہ بن عمرو، کعب بن مرہ، ابو امامہ، عمرو بن عضبہ، عائشہ، صنابحی، جس کا نام عبد الرحمن بن عسیلہ ہے، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عمرو نے

اس نماز کو مکروہ جانا ہے۔ اور اشتر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ خالد بن ولید بعد عصر نماز پڑھنے والے لوگوں کو مارا کرتے تھے۔ اور اس نماز کو حضرت سالم اور ابن سیرین نے مکروہ جانا ہے"۔ (کشف الاستار ج ۲، ص ۲۴۳، ۲۴۴)

اسی طرح ترمذی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اور یہی قول ہے صحابہ کرام اور ان کے بعد والے اکثر فقہائے کرام کہ ان سبھوں نے نماز فجر کے بعد جب تک کہ سورج طلوع نہ ہو جائے اور عصر کے بعد جب تک کہ سورج غروب نہ ہو جائے نماز پڑھنے کو مکروہ جانا ہے"۔

(کشف الاستار ج ۲، ص ۲۵۰)

کشف الاستار کی ایک خوبی یہ ہے کہ امام طحاوی نے کسی مسئلہ پر احادیث کے انبار لگا ہیں تو حضور صدر الشریعہ نے ان کی تخریج کر کے واضح کر دیا ہے کہ یہ حدیث کی فلاں فلاں کتاب میں بھی ہے، اتنے ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ طحاوی کے علاوہ اور بھی احادیث مسلک حنفی کی تائید میں لاتے ہیں۔ جیسے مسئلہ دائرہ میں مسلک احناف کے اثبات میں امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے تقریباً ۳۲ احادیث پیش کی ہیں اور لکھا کہ یہ صحابہ کرام بعد عصر نماز پڑھنے سے منع فرماتے ہیں۔ اس کے ذیل میں حضور صدر الشریعہ یہ حاشیہ لگا کر مزید یہ اضافت فرماتے ہیں:

"ومثل هذا روي عن أبي سعيد رضي الله تعالىٰ عنه قال: تمرتان بزبد أحب الي من صلاة بعد العصر".

یعنی عصر کے بعد کی نماز سے مجھے جھاگ والی دو کھجور زیادہ محبوب ہیں۔

یہ بات اپنی جگہ مسلم و محقق ہے کہ جو فقیہ ہوتا ہے وہ محدث بھی ہوتا ہے۔ اس کے باوجود ممکن ہے کہ کشف الاستار کے منظر عام پر آنے سے قبل بعض حضرات آپ کی تصانیف جلیلہ بہار شریعت اور فتاویٰ امجدیہ کے مطالعہ کے بعد صحیح نتیجہ پر نہ پہنچے ہوں اور اس وہم کے شکار ہوئے ہوں کہ حضور صدر الشریعہ صرف فقیہ اعظم ہند ہیں، عظیم محدث نہیں۔ کیوں کہ ان کی تصانیف صرف فقہ کے موضوع پر ملتی ہیں۔ لیکن حدیث کی جامع و مستند کتاب شرح معانی الآثار کے حاشیہ کشف الاستار کے جلوہ بار ہونے کے بعد اب کسی طرح کے وہم کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ کیوں کہ اس میں جہاں آپ کی فقیہانہ شان کے جلوے جا بجا نظر آتے ہیں وہیں آپ کی محدثانہ شان کے گل کاریاں نظر آتی ہیں۔ امام طحاوی جہاں مسلک احناف کی تائید میں احادیث کا ذخیرہ پیش فرماتے ہیں وہیں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بھی کئی احادیث حوالے کے ساتھ اضافہ فرماتے ہیں۔ دوسری طرف امام طحاوی قدس سرہ کی روایت کردہ احادیث کے بارے میں احادیث کی دیگر مستند کتابوں سے تخریج کرتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ وہی ام سلمہ کی حدیث جسے حضرت کریبہ نے بیان کیا ہے۔

اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"قوله ان كريباًالخ: هذا الحديث أخرجه البخاري ومسلم وأبو داوٗد والبيهقي باختلاف يسير في الالفاظ".

یعنی اس حدیث کی بخاری، مسلم، ابوداود، اور بیہقی نے

بھی کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ روایت کی ہے۔

بلاشبہ صرف چند ماہ میں اس قدر وقیع، جاندار اور شاندار عربی زبان میں کتاب لکھ دینا آپ کی شان محدثانہ اور فقیہانہ کو اجاگر کرتا ہے اور بہر حال قلم یہ لکھنے پر مجبور ہوتا ہے کہ آپ کی یہ تصنیف جلیل کشف الاستار تحقیقات انیقہ کا بہترین شاہکار و مرقع ہے۔

شرح اور حاشیہ نگاری کا کمال یہ ہے کہ ہر اہم گوشے کو اجاگر کیا جائے۔ مثلاً حدیث کی کتاب ہے تو تخریج احادیث کہ یہ حدیث کس کس کتاب میں ہے، مستنبط مسائل کو اجاگر کیا جائے، اگر کوئی عبارت حدیث مغلق ہو تو اس کی تشریح کی جائے، مشکل لغات حل کیے جائیں۔ اگر کسی لفظ پر اعتراض وارد ہو تو اس کا جواب دیا جائے۔ اگر بظاہر احادیث میں تعارض ہو تو ان کے درمیان تطبیق دی جائے۔ حضور صدرالشریعہ نے اپنے اس حاشیہ میں ان سب باتوں کا التزام کیا ہے، جس سے حاشیہ کی خوبیاں اجاگر ہو کر سامنے آتی ہیں۔

جیسے شرح معانی الآثار کی جلد دوم کے صفحہ ۲۴۲ پر حضرت عائشہ کی حدیث کے آغاز میں "رکعتان" کا لفظ ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو نماز کو کبھی نہیں چھوڑ تے تھے۔ ایک فجر کی دو رکعت سنت دوسری بعد عصر دو رکعت نفل، یعنی "رکعتان" کا لفظی ترجمہ تو اگرچہ ہے دو رکعت مگر مگر یہاں دو نماز مراد ہے۔ کیوں کہ دو رکعت تو صرف ایک ہی نماز ہوگی جب کہ دو نمازوں کا ذکر مقصود ہے۔ ایک قبل فجر کی اور ایک بعد عصر کی۔ تو اگر "رکعتان" کو لفظی معنی پر رہنے دیا جائے تو یہ اعتراض وارد ہوگا کہ نماز تو دو ہے اور رکعتان سے سمجھ میں آتا ہے کہ ایک ہی ہے۔

حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے اس کے تین جواب دیے ہیں۔ ان میں سے ایک جواب یہ ہے:

"وقوله "ركعتان" اى صلاتان لانه فسرها باربع ركعتان وهو من باب اطلاق الجزء و ارادة الكل"

یعنی حدیث میں رکعتان سے مراد صلاتان ہے۔ کیوں کہ اس کی تفسیر چار رکعت سے کی ہے، اور یہ جز بول کر کل مراد لینے کے قبیل سے ہے۔

اسی لیے محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری رقم طراز ہیں:

یقیناً ہمارے شیخ (محشی صدرالشریعہ علیہ الرحمہ) جلیل القدر محقق اور درست رائے رکھنے والے مدرس تھے۔ اور فقہی بصیرت میں منفرد اور فرید عصر تھے۔ احادیث نبویہ اور ان کی شرح میں انہیں ید طولیٰ حاصل تھا اور دوسرے علوم معقولات و منقولات میں انہوں نے قدم راسخ پایا تھا۔ اس لیے طحاوی (شرح معانی الآثار) پر تحقیق کامل اور تدقیق تام کے ساتھ حاشیہ نگاری کرنے لگے باوجودیکہ امام بدرالدین العینی کی شرح طحاوی کا حصول ان کے لیے ممکن نہ ہوا۔

اس حاشیہ کے مطالعہ کے بعد ظاہر ہوتا ہے کہ ضروری بحث و تحقیق کے کسی گوسے کو انہوں نے نہیں چھوڑا ہے۔

حضرت محشی نے طلبہ اسلامی کے افہام و اذہان کا خیال و لحاظ کرتے ہوئے ابتداء صرف متون احادیث اور امام طحاوی کی بحثوں پر حاشیہ کا التزام کیا۔ پھر چند صفحات کے لکھنے کے بعد احادیث کی تخاریج کا اضافہ کیا جو احادیث کی دوسری کتب

میں آتی ہیں۔اور رجال حدیث کے بارے میں حسب ضرورت کلام کیا تا کہ شرح معانی الآثار کا رتبہ دوسری کتب احادیث کے درمیان واضح اور متعین ہو جائے۔

(کلمۃ التقدیم علی کشف الاستارج ا،ص۴)

## دو مقتدی ہوں، ایک امام، تو امام کہاں کھڑا ہوگا؟

یہاں تین مسئلے ذہن نشین کرنے کے قابل ہیں:

(۱) نماز پڑھنے والے صرف دو آدمی ہیں اور جماعت سے پڑھنا چاہتے ہوں تو اس کے بارے میں متفق علیہ مسئلہ یہ ہے کہ امام کی دائیں جانب مقتدی کھڑا ہو۔

(۲) نماز پڑھنے والے تین سے زیادہ ہوں تو اس صورت میں متفق علیہ مسئلہ یہ ہے کہ امام آگے رہے گا اور بقیہ لوگ پیچھے کھڑے ہوں گے۔

(۳) صرف تین آدمی ہوں تو امام کہاں کھڑا ہو؟ اس سلسلے میں اختلاف ہے۔حنفیوں کا مسلک یہ ہے کہ امام آگے رہیں گے، اور دونوں مقتدی پیچھے صف لگائیں گے۔

لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود اور امام نخعی کا مسلک یہ ہے کہ امام بیچ میں اور اس کے دائیں، بائیں دونوں مقتدی رہیں گے۔ اس طور سے یہ مسئلہ مختلف فیہ ہو گیا۔ اس لیے محدث امام ابو جعفر طحاوی حنفی قدس سرہ (م۳۲۱) نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب شرح معانی الآثار میں ایک باب باندھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ''امام دو آدمیوں کو نماز پڑھائے تو وہ امام کہاں کھڑا ہو'' ۔اس باب میں امام نخعی علیہ الرحمۃ والرضوان کے موافق تین روایتیں عبداللہ بن مسعود کی لائیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دونوں مقتدیوں کے درمیان میں امام کھڑا ہو ۔اس کے بعد چار حدیثیں وہ لائیں جن سے مسلک امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تائید ہوتی ہے۔ پھر اصول اسلام پر مبنی کئی دلائل پیش کر کے فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کا قول ہمارے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔ امام طحاوی نے عبداللہ بن مسعود کی ایک حدیث یہ پیش کی ہے:

''عن عبدالرحمن بن الاسود عن ابیه قال دخلت انا وعمی علی عبدالله بالهاجرة فاقام الصلوٰة فتاخرنا خلفه فاخذاحدنا بیمینه والآخر بشماله فجعلنا عن یمینه وعن یساره فلما صلی قال هکذا کا ن رسول الله صلی الله علیه وسلم یضع اذا کانوا ثلثة''.

(شرح معانی الآثار مع کشف الاستار ج۲،ص۲۵۸)

ترجمہ:۔عبدالرحمن بن اسود اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں اور میرے چچا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس ظہر کے وقت پہنچے تو انہوں نے نماز قائم کی تو ہم دونوں نے ان کے پیچھے ہٹ کر صف لگائی، اس پر آپ نے ہم سے ایک کو داہنے ہاتھ سے اور ایک کو بائیں ہاتھ سے پکڑا، اور ایک کو داہنی طرف اور ایک کو بائیں طرف کر دیا۔اور جب نماز سے فارغ ہو چکے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے جب تین افراد ہوتے۔

یہ تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کا عمل ہے۔لیکن کئی احادیث طیبہ اس کے برخلاف ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے:

''عن عبادة بن الولید بن عبادة بن الصامت

قال اتینا جابر بن عبدالله فقال جابر جئت رسول الله صلی الله علیه وسلم وهویصلی حتی قمت عن یساره فاخذنی بیده فادارنی واقامنی عن یمینه وجاء جبار بن صخر فقام عن یساره فدفعنابیده جمیعاًحتیٰ اقامنا خلفه".

(شرح معانی الآثار ج۲،ص ۲۵۹/ ۲۶۰)

ترجمہ:۔عبادہ بن ولید سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو حضرت جابر نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) آیا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے، یہاں تک کہ میں ان کی بائیں طرف کھڑا ہوگیا۔تو آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر گھمادیا اور مجھے داہنی طرف کردیا، پھر جبار بن صخر آئے تو وہ بائیں طرف کھڑے ہوگئے تو ہم دونوں کو ہٹا کر اپنے پیچھے کھڑا کردیا۔

اس حدیث اور اس کے علاوہ بہت سی احادیث میں یہی درج ہے کہ جب دو مقتدی تھے تو حضور نے او رحضرت عمر نے ان دونوں کو پیچھے کرکے نماز پڑھائی۔لہٰذا یہ حدیث حضرت امام ابراہیم نخعی کے مسلک اور عبداللہ بن مسعود کے عمل کے خلاف ہے۔اور اس سے سیدنا امام اعظم اور جمہور کا مسلک واضح ہوتا ہے۔

اسی لیے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"تین نمازیوں کے بارے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو ہم نہیں لیتے ہیں، لیکن یہ کہتے ہیں کہ جب تین افراد ہوں تو ان میں کا ایک بحیثیت امام دو کے آگے اور باقی اس کے پیچھے رہیں"۔(کشف الاستار ج۲،ص ۳۴)

اسی طرح حضرت امام طحاوی علیہ الرحمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ حضرت ملیکہ (ام سلیم رضی اللہ عنہا) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا کھانے کی دعوت دی جسے انہوں نے بنایا تھا۔حضور تشریف لائے اور اس سے تناول فرمایا ۔پھر فرمایا:تم لوگ کھڑے ہوجاؤ تاکہ میں تمہارے لیے نماز پڑھادوں حضرت انس نے کہا کہ میں اپنی ایک چٹائی کو لینے کھڑے ہوئے جو طول زمانہ کے سبب کالی ہوچکی تھی پھر میں نے اسے پانی سے دھودیا بعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں اور ایک بچہ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور بوڑھی (حضرت ملیکہ) ہم سب کے پیچھے کھڑی ہوئیں۔تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر واپس ہوگئے۔

اب سوال یہ ہے کہ بے شمار روایات کے وارد ہوتے ہوئے حضرت ابن مسعود نے ایسا کیوں کر کیا؟ اور کیا ان کے قول کی توجیہ ممکن ہے؟۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضرور اس کی توجیہ ہے۔حضور صدرالشریعہ قدس سرہ نے امام طحاوی اور جمہور کے حوالے سے اس کے کئی جوابات دیے ہیں۔آپ رقمطراز ہیں:

(۱)"بیہقی نے ہشام بن حسان سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن مسعود کے اس فعل کا تذکرہ حضرت ابن سیرین کے پاس کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت ابن مسعود نے اس لیے ایسا کیا کہ مسجد تنگ تھی۔

(پیچھے صف قائم کرنا ممکن نہ تھا) اس لیے دونوں مقتدی کو دائیں اور بائیں کرلیا"۔

(۲) امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مسند میں روایت کی کہ حضرت اسود نے کہا میں اور میرے چچا علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دوپہر میں گئے، توانہوں نے ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے اقامت کہی تو ہم ان کے پیچھے کھڑے ہوگئے تو آپ نے میرے اور میرے چچا کے ہاتھوں کو پکڑا اور ایک کو اپنی داہنی طرف اور دوسرے کو بائیں طرف کردیا۔ پھر ہمارے بیچ میں کھڑے ہوئے اور ہم لوگوں نے انکے پیچھے صف لگایا پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی طرح کیا کرتے تھے جب تین افراد ہوتے۔ یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسود اور علقمہ کے بیچ تو کھڑے ہوئے مگر ان دونوں کے آگے تھے۔ اور وہ دونوں آپ کے پیچھے۔

تو اس معنی کی بنیاد پر بھی حضرت ابن مسعود کا عمل جمہور کے خلاف نہ ہوگا۔ فتاویٰ ہندیہ میں کہا ہے: "اگر امام کے ساتھ دو آدمی ہوں اور امام ان کے بیچ میں کھڑا ہو تو ان کی نماز جائز ہے"۔ اور درمختار میں ہے: "امام کے علاوہ ایک سے زائد آدمی ہوں تو وہ پیچھے کھڑے ہوں، اور اگر امام دو کے بیچ میں کھڑا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے، اور زیادہ کے بیچ میں کھڑا ہو تو مکروہ تحریمی ہے"۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ صاحب درمختار نے جو کہا کہ مکروہ تنزیہی ہے، اس کے خلاف ایک روایت میں ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ پہلا زیادہ صحیح ہے، جیسا کہ امداد میں ہے۔ اور ہدایہ میں ہے: اگر کوئی دو آدمی کی امامت کرے تو وہ ان دونوں سے آگے رہے۔ اور امام ابویوسف سے منقول ہے کہ وہ ان دونوں کے بیچ کھڑا ہو۔ یہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے۔ اور ہمارے لیے دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امامت فرمائی تو حضرت انس اور ایک بچہ سے آگے کھڑے ہوئے۔ تو آپ کا اس طرح کرنا افضلیت کی دلیل ہے اور ابن مسعود کا عمل اباحت کی دلیل ہے"۔

حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی اس توضیح سے یہ واضح ہوگیا کہ جب دو مقتدی ہوں تو امام آگے کھڑا ہو، تو اس میں کراہت تنزیہی سے اجتناب اور افضلیت پر عمل ہے۔ اور اگر بیچ میں کھڑا ہو تو کراہت تنزیہی کا ارتکاب ہے مگر یہ جائز ومباح ضرور ہے۔ اور اپنے اس مدعیٰ کو فتاویٰ ہندیہ، درمختار اور ردالمحتار کی عبارتوں سے مزین کردیا ہے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت مسند امام احمد بن حنبل کے حوالے سے پیش کرکے اور دونوں حدیث کا مجمل متعین کرکے ایسی تطبیق پیدا کردی ہے کہ اس کی طرف ہر کس ناکس کا ذہن نہیں جاسکتا۔ اس سے آپ کی احادیث طیبہ کی معانی ومفاہیم پر عبور اور مسائل کے استنباط پر دسترس کا اندازہ لگتا ہے۔

حضور صدرالشریعہ ایک دو دلیل پر اکتفا نہیں کرتے اپنے موقف کے اثبات میں دلائل کا انبار لگادیتے ہیں، چنانچہ مسئلہ زیر بحث میں فرماتے ہیں:

"فتح القدیر میں علامہ ابن ہمام نے فرمایا کہ ابن مسعود کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے یا تو تنگی جگہ کی وجہ سے ایسا کیا یا وہ وجہ ہے جو حازمی نے کہا کہ وہ منسوخ ہے۔ کیوں

کہ اس طرح کی نماز مکہ شریف میں ہوئی ہے۔ اس لیے کہ اس میں تطبیق اور دوسرے احکام کا تذکرہ ہے جو اس وقت متروک ہیں۔ اور یہ مسئلہ دائرہ بھی ان ہی میں سے ہے۔ پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ نے اسے ترک فرمادیا۔ اس کی دلیل عبادہ بن الولید کی وہ حدیث ہے جس کی امام مسلم علیہ الرحمہ نے جابر سے تخریج کی۔ حضرت جابر نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گیا، تو آپ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے تو میں آیا اور آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ تو آپ نے مجھے گھما کر دائیں طرف کردیا۔ پھر ابن صخر آئے اور وہ بائیں طرف کھڑے ہوگئے تو حضور نے ہم دونوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑا اور وہاں سے ہٹا کر پیچھے کھڑا کردیا۔ تو یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ حضور کا آخری عمل ہے۔ اس لیے کہ حضرت جابر بدر کے بعد والے غزوات میں شریک رہے ہیں الخ''۔ (کشف الاستار ج ۲، ص ۲۵۷)

<u>مستنبط مسائل:</u>

مذکورہ احادیث سے صدرالشریعہ علیہ الرحمہ مندرجہ ذیل مسائل مستنبط کیے ہیں:

(۱) حضرت جابر کی مذکورہ حدیث میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ ''مجھے حضور نے بائیں سے ہٹا کر داہنے لاکر کھڑا کردیا'' اس سے مسئلہ مستنبط ہوا کہ عمل قلیل جیسے یہاں پر بائیں سے دائیں کرنا، نماز کو فاسد نہیں کرتا۔

(۲) نفل کو جماعت کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں لیکن ہم حنفیوں کے نزدیک اس صورت میں ہے کہ تداعی کے طور پر نہ ہو۔ درمختار میں کہا، نفل کی جماعت مکروہ ہے اگر تداعی کے طور پر ہو۔ بایں طور کہ امام کے علاوہ پانچ نمازی ہوں۔ اور ردالمحتار میں کہا، ایک آدمی کا ایک آدمی کی اقتدا میں نماز پڑھنا یا دو کا ایک آدمی کی اقتدا میں پڑھنا تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ اور تین آدمی ایک امام کی اقتدا میں پڑھیں تو اس میں اختلاف ہے (جیسا کہ بحرالرائق میں کافی کے حوالے سے ہے) اور یہ اس وقت ہے جب ہر شخص نفل پڑھ رہا ہو۔ لیکن اگر نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کی اقتدا کرے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حضور صدرالشریعہ نے مندرجہ ذیل مسائل متخرج کیے ہیں:

(۱) حدیث مذکور میں ہے کہ حضرت ملیکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دے کر بلایا تھا۔ تو اس سے شادی کے علاوہ کی دعوت کا جائز ہونا ثابت ہوا۔ اور اس کھانے کا جواز بھی ثابت ہوا۔

(۲) تداعی کے طور پر نہ ہو تو نفل بھی جماعت سے پڑھنا درست ہے۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ملیکہ کے گھر میں یہ نماز پڑھی تھی لہٰذا ثابت ہوا کہ نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ کیوں کہ مسجدیں فرض کی ادائی کے لیے ہیں۔

(۴) کسی بزرگ کا دعوت دینے والے کے گھر میں نماز پڑھنا اور نماز سے دعوت دینے والے کا برکت حاصل کرنا محمود و پسندیدہ ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ نماز پڑھ کر حضور نے برکت سے بہرہ ور ہونے کے ساتھ ساتھ چونکہ عورتیں افعال بہت کم مشاہدہ کر پاتیں تھیں، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارادہ

فرمایا کہ حضرت ملیکہ انہیں سیکھ لیں اور دوسروں کو سکھادیں۔

(۵) جب حضرت انس نے میلی چٹائی کو دھویا تو پتا چلا کہ جائے صلاۃ میلوں کو دور کر کے اسے ستھرا کر دینا چاہیے، اور اسی کے مثل ہے جائے صلوۃ کو کوڑا کرکٹ سے پاک کرنا۔

(۶) بچہ مردوں کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑا ہو جائے تو جائز ہے۔

(۷) عورتیں مردوں کے پیچھے رہیں گیں۔

(۸) اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوا کہ عورت کا مرد کی امامت کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ جب عورت کے کھڑے ہونے کی جگہ بچوں کے کھڑے ہونے کی جگہ کے بعد تو ان کا مردوں سے آگے ہونا بدرجہ اولی جائز نہ ہوگا۔ اور یہی جمہور کا قول ہے، البتہ اس میں تبری اور ابو ثور کا اختلاف ہے، کیوں کہ یہ عورتوں کی امامت جائز کہتے ہیں، ان دونوں سے یہ بھی حکایت ہے کہ تراویح میں عورتوں کی امامت جائز ہے، جب مرد تراویح پڑھانے والے نہ ملیں۔

(۹) سمجھ دال بچے کی نماز صحیح و درست ہے، جب ہی تو حضرت انس کے ساتھ ایک نابالغ سمجھ وال بچے نے نماز پڑھی۔

(۱۰) نماز چٹائی پر پڑھنا جائز ہے، اور ہر اس چیز پر جو زمین سے پیدا ہو جائز ہے۔

(۱۱) چٹائی اور اس کے مثل میں طہارت کا ہونا اصل ہے لیکن اس پر پانی کا چھینٹا مارنا یا دھونا یا اسے نرم کرنے کے لیے تھا یا میل کچیل کو دور کرنے کے لیے۔

(۱۲) یہ مسئلہ مستنبط ہوا کہ امام کے پیچھے دو آدمی کے ہونے سے ایک صف ہو جاتی ہے۔

(۱۳) عورتیں جب امام کے ساتھ نماز پڑھیں تو مردوں کے پیچھے کھڑیں ہوں گی، لہٰذا اگر کوئی عورت مرد کی محاذات میں ہوئی تو حنفیوں کے نزدیک مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (کشف الاستار ج۲ ص۲۶۲،۲۶۳)۔

اس کے علاوہ اور بھی کئی مسائل حضور صدر الشریعہ علامہ مولانا امجد علی اعظمی قدس سرہ السامی نے مستخرج کیے ہیں، اس سے آپ کی فہم حدیث اور تبحر علمی اور تفقہ فی الدین کا پتہ چلتا ہے۔

آپ کی کتب حدیث پر گہری نظر ہونے اور فہم حدیث پر اس بات سے بھی خاصی روشنی پڑتی ہے کہ آپ طحاوی شریف کی مندرج احادیث کی مختلف کتابوں سے تخریج کرتے ہیں۔ مثلاً یہی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث لے لیجیے اس کے تحت آپ رقم طراز ہیں:

"هذا الحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي وأبو داود و نسائي". (اس حدیث کی بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، ونسائی نے تخریج کی)

آخر میں ہم شکر گزار ہیں حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قبلہ قادری کے جن کی عنایتوں سے یہ حاشیہ ہماری نگاہوں کی ٹھنڈک بنا، اور حضرت مولانا علاء المصطفیٰ قادری کے، جن کے اہتمام والصرام سے یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوا۔ خصوصاً حضرت مولانا فیضان المصطفیٰ قادری کے، جنھوں نے حضرت صدر الشریعہ کی اس علمی خدمت کی ترتیب وتہذیب میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اور اس کو پوری دلچسپی اور لگن کے ساتھ طبع واشاعت کے مرحلے تک پہنچایا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

☆☆☆

# حضرت صدر الشریعہ کی فقہی بصیرت فتاویٰ امجدیہ کے آئینے میں

از مولانا عابد حسین صاحب استاذ مدرسہ فیض العلوم جمشید پور

فتاویٰ امجدیہ کی ابتک ۴ جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں یہ کتاب مستطاب اپنے اندر بے شمار خصوصیات رکھتی ہے۔ اگرچہ بطریق سوال وجواب ہونے کے سبب فتاوی کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اعتماد واستناد کے اعتبار سے ان شروح کے زمرہ میں داخل ہے جنھیں متون کے بعد اولیت و فوقیت دی جاتی ہے، مطلب یہ ہے کہ فقہائے اعلام سب سے پہلے متون پر اعتماد کرتے اور ان سے فتویٰ دیتے ہیں اگر ان میں کسی خاص مسئلہ کا حل نہ ہو تو شروح کی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیسرے درجہ میں کتب فتاویٰ کی حیثیت متعین کرتے ہیں مگر فتاویٰ رضویہ وامجدیہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ کتب فتاویٰ پر مقدم ہوں۔

آپ کی فتویٰ نویسی کا یہ کمال ہے کہ بڑے بچے تلے الفاظ، جامع کلمات، شستہ عبارات اور سلجھے انداز ہوتے ہیں

اس کتاب کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ نے کس طرح اپنی فقاہت وفتویٰ نویسی کے جلوے دکھائے ہیں۔ فتویٰ نویسی کا کام کوئی آسان کام نہیں درحقیقت سب سے مشکل ترین کام یہی ہے۔ اس منصب پر فائز ہونے والے کیلئے ضروری ہوجاتا ہے کہ اس کے اصول وضوابط کو ذہن میں ہمہ وقت محفوظ اور جزئیات پر عبور رکھے۔ ایک مفتی اگر اس کے اصول سے واقف نہ ہوگا تو اس کا قدم کبھی بھی لغزش میں پڑ سکتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ذہن نشین کرنا ہوتا ہے کہ امام اعظم، امام ابو یوسف امام محمد، امام زفر اور حسن ابن زیاد رضی اللہ تعالیٰ

میں سے کس کے قول کو تقدم حاصل ہے اور اختلاف کی صورت میں اصحاب فتویٰ واصحاب ترجیح نے کس کے قول پر فتویٰ دیا ہے اس کے مطابق اگر فتویٰ دیگا تب ہی وہ لغزش سے بچ سکے گا۔

نیز مفتی کیلئے ضروری ہے کہ بیدار مغز وہوشیار ہو کیونکہ کم عقلی وغفلت سے دوچار ہونے کی صورت میں اکثر لوگ حیلہ سازی اور دیگر ترکیبوں سے اصل واقعہ کو مسخ کر کے فتویٰ حاصل کر لیتے ہیں۔ الغرض فتویٰ کا کام جوئے شیر لانے کے مترادف ہے مگر ایک فقیہ ہی ہے جو فقہ کی ضیاء سے سرشار ہو کر ان تمام مسائل کا حل پیش کرتا ہے آپ کے فقیہانہ جلووں کے شواہد ہدیۂ ناظرین ہیں۔

## کیا طلاق بائن کے بعد بائن واقع ہو سکتی ہے

آپ کی بیدار مغزی اور زیرکی کا اندازہ لگائیے کہ ایک سائل نے آپ سے سوال کیا کہ۔

"زید کا والد بیمار تھا، کسی رنجش سے زوجۂ زید کے متعلق کہا، تمہاری بیوی طلاق کے قابل ہے۔ باپ کے کہنے پر زید کو غصہ آیا اور کہا، "میں نے اسکو طلاق بائن دیا۔"

اس سوال میں صرف اتنا ہے کہ "میں نے اس کو طلاق بائن دیا۔ اگر کوئی سطحی نظر کا مفتی ہوتا تو یہ لکھدیتا کہ صرف ایک طلاق بائن واقع ہوئی کہ وہ دوبارہ نکاح کر کے رکھ سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اتنا ہی جواب کافی تھا لیکن فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ اپنی دقیق النظری اور دوررسی کی بنا پر اتنا ہی نہیں فرماتے بلکہ مغالطہ کی ساری دیواروں کو منہدم کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

"اگر یہ لفظ تین بار کہے تو تین طلاقیں ہو گئیں۔ اور ایک بار تو ایک یا دو بار کہے تو دو حلالہ کی حاجت نہیں" [1]

چونکہ سائل کے سوال میں یہ تھا کہ "میں نے اس کو طلاق بائن دیا" اور عوام کے ذہن میں یہ رہتا ہے کہ تین بار سے کم طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جب بھی طلاق دیتے ہیں تو تین دیتے ہیں اس لئے یہاں یہ احتمال تھا کہ سائل نے تین طلاقیں

---

[1] فتاوی امجدیہ جلد دوم صفحہ ۲۰۶ بیان طلاق صریح

دی ہوں، مگر لکھا ایک ہی۔ اسلئے صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے سارے شقوق کو حصار میں لے لیا تاکہ آپ کے فتویٰ کو دلیل بنا کر اپنے لئے راہ جواز نہ اختیار کر سکے۔

اب آپ ہی کے الفاظ میں مسئلہ کو ملاحظہ فرمائیے۔ رقم فرماتے ہیں۔

"اگر یہ لفظ تین بار کہے تو تین طلاقیں ہو گئیں بغیر حلالہ اسکے نکاح میں وہ عورت نہیں آسکتی اور اگر ایک بار یا دو بار کہے تو حلالہ کی حاجت نہیں۔ اس سے دوبارہ نکاح کرے، عدت کے اندر یا بعد۔ نکاح کے بعد وہ عورت حلال ہو جائیگی۔ بشرطیکہ بیشتر طلاق نہ دی ہو کہ وہ اور یہ مل کر تین ہو جائیں گی"

اخیر کے شرطیہ جملہ پر غور کیجئے تو آپ کی دقت نظر کا ایک اور جوہر نکھر کر سامنے آتا ہے وہ یہ کہ مستفتی جس حادثہ کو قلمبند کرتا ہے اس وقت تو صرف ایک طلاق شوہر نے دیا تھا، مگر کچھ لوگ اس سے پہلے بھی طلاق دیئے ہوئے ہیں جس کا تذکرہ کرنے میں مستفتی چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ حالانکہ حکم شرع یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی جو طلاق دی گئی وہ بھی شمار میں آئیگی۔ اور در پیش طلاق کے ساتھ منضم ہو گی۔ تو اگر صرف واقعہ مرقومہ کو پیش نظر رکھا جاتا تو پھر مستفتی اپنے موافق سند بنا کر گناہ میں مبتلا ہوتا، اسلئے آپ نے یہ قید بڑھادی "بشرطیکہ بیشتر طلاق نہ دی ہو۔" کہ اگر بیشتر بھی دی ایک دی ہو تو یہ ایک مل کر دو اور اگر دو دی ہو تو تین پڑجائے گی۔

یہ ہے آپ کا فتویٰ نویسی میں کمال تبحر کہ حالات زمانہ پر گہری نظر رکھ کر فتویٰ دیتے ہیں۔ جو ایک مفتی کیلئے لابدی ہے، فقہاء فرماتے ہیں

"من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل۔ جو اپنے زمانہ والے کو نہ پہچانے وہ جاہل ہے

نیز آپ کے کمال بیدار مغزی کو ملاحظہ کیجئے کہ تائیدی عبارت بھی جو لاتے ہیں وہ شکوک و شبہات کو رفع کرتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ مذکورہ جواب کے بعد حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

درمختار میں ہے۔ لایلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول۔ کانت بائن بائن او ابنتک بتطلیقۃ فلا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاءً بخلاف

ابنتك باخری او انت طالق بائن او قال نویت البینونۃ الکبریٰ لتعذر حملہ علی الاخبار فیجعل انشاءً ا ۔"

مطلب یہ ہے کہ یہاں یہ شبہ عارض ہوسکتا تھا کہ، "اس کو طلاق بائن ہے" کے لفظ سے طلاق بائن ہوتی ہے اور یہ طے ہے کہ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی ہے تو جملہ کو تین بار بھی کہا ہو تو ایک ہی طلاق بائن واقع ہونا چاہیئے اور باقی لغو قرار پانا چاہیئے، تو اس شبہ پر آپ نے حوالہ سے قدغن یہ لگایا کہ اگرچہ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی ہے لیکن یہ اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے کہ اس سے پہلی والی طلاق کی خبر دینا ممکن ہو جیسے کسی نے کہا "میں نے تجھے بائن دیا تجھے بائن دیا" مگر اس سے خبر دینا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں انشاء قرار دیتے ہوئے جدید طلاق کا حکم دیا جائیگا جیسے کسی نے کہا تجھے بائن طلاق ہے تجھے بائن طلاق ہے۔ بلفظ دیگر یوں کہئے کہ بائن کو بائن کا لاحق نہ ہونا اور بات ہے اور بائن کے ساتھ صریح کا لاحق ہونا اور بات ہے اور یہاں پر طلاق کے ساتھ طلاق صریح ہی ہے۔ اسلئے اس کا لحوق ضرور ہوگا۔

حضرت صدر الشریعہ اپنے مدعیٰ پر دوسرا جزئیہ یوں نقل کرتے ہیں۔

"نیز اسی میں ہے قال لامرأتہ طالق ولم یسم ولہ امرأۃ معروفۃ طلقت امرأتہ استحسانًا"، (یعنی اگر کسی نے کہا اسکی بیوی کو طلاق اور بیوی کا نام نہ لیا حالانکہ معلوم ہے کہ اسے بیوی ہے تو اس پر استحساناً طلاق واقع ہو جائے گی)

یہ جزئیہ نقل کرنا بھی ایک شبہ کا قلع قمع کرتا ہے کہ سائل نے لکھا ہے "اس کو طلاق بائن دیا"، کہا ہے اور اس نے بیوی کا نام نہ لیا اور بیوی وہاں موجود بھی نہ تھی تو ممکن ہے کہ سائل کو یہ پیچیدگی ہو کہ شوہر نے بیوی کا نام نہیں لیا ہے بلکہ "اسکو" کا لفظ کہا ہے اور یہ لفظ اشارۂ مبہم کیلئے آتا ہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہونا چاہیئے۔ تو آپ نے حوالہ دیکر واضح کر دیا کہ اگرچہ بیوی کا کوئی نام نہ لے پھر بھی لفظ "اسکو" یا اسکے مثل ہر اس لفظ سے

طلاق ہو جاتی ہے جس سے اسکی عورت کسی طرح متعین ہو جائے اگرچہ عورت وہاں موجود نہ ہو کیونکہ طلاق کے وقوع کیلئے اضافت ضروری ہے موجود ہونا ضروری نہیں اور یہاں اضافت پائی گئی مع ہذا زید کے باپ نے زوجۂ زید ہی کا تذکرہ کیا تھا اسلئے وہ متعین ہے اور ضرور طلاق پڑے گی۔

## کیا عورت کو طلاق دینے کا اختیار ہے

آج کل بعض لوگوں نے اسلام دشمن ماحول سے متاثر ہو کر یہ فتنہ کھڑا کر رکھا ہے کہ عورت خود کو طلاق کیوں نہیں دے سکتی ہے؟ اسے ضرور اختیار ہونا چاہیئے، خواہ یوں کہکر کہ میں تمکو طلاق دیتی ہوں یا یوں کہ میں طلاق لیتی ہوں۔ ظاہر ہے کہ عورت کے ناقص العقل ہونے کے سبب شریعت مطہرہ نے طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں نہیں دیا ہے، کیونکہ اگر عورت کے ہاتھ میں یہ اختیار دیدیا جاتا تو کبھی بھی وہ اپنے جذبات کی رو میں بہہ کر ایک آباد گھر کو بالکل ویران کر کے چلی جاتی اور شادی کا جو مقصد گھر کو آباد کرنا ہے وہ فوت ہو جاتا۔ بلکہ شرع شریف نے طلاق کا پورا اختیار مرد کو دیا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے
"الطلاق بالرجال والعدۃ بالنساء۔"
طلاق کا معاملہ مرد سے منسلک ہے اور عدت عورت سے۔ خود قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ بیدہ عقدۃ النکاح۔" یعنی شوہر کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، آیت و حدیث نے دور حاضر کے فتنہ سے بہت پہلے ہی اس مسئلہ کو منقح کردیا ہے کہ طلاق دینے کا اختیار صرف اور صرف شوہر کو ہے کسی غیر کو نہیں۔ حضور صدر الشریعہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں شرح و بسط کے ساتھ اس مسئلہ کو واضح فرمایا ہے جس کے بعد منکرین کو مجال دم زدن نہیں آپ کے یہ فتوے "فتاویٰ امجدیہ" دوم کے صفحہ ۱۸۰ اور صفحہ ۲۰۰ تا ۲۰۲ پر مندرج ہیں۔

سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں آپ جیسے جبل علم و عرفان اور التقا۔۔۔ دینے میں کافی احتیاط برتنے والے کا کسی کی تعریف کرنا

معمولی معنی نہیں رکھتا۔ جہاں آپ نے اس دور کے تمام موجود علماء میں صدر الشریعہ کے تفقہ کا اعلان فرمایا وہیں فتوی، میدان تصنیف وتالیف اور مناظرہ میں آپ پر اعتماد بھی فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے نام کے ساتھ ایک مقام پر یہ القاب لکھے، "عالم، فقیہ مصنف، واعظ، حامی سنت و مجاز طریقت"[1] پھر کیا تھا، وقت کے علماء و فقہاء نے آپ پر اعتماد کیا اور لاینحل مسائل آپ کے پاس پیش کرنے لگے۔ فتاویٰ امجدیہ کے مطالعہ کرنے والے پر یہ مخفی نہیں ہے کہ ایسے ایسے علماء نے بھی آپ سے استفتاء کیا ہے۔ جو بجائے خود صاحب فقہ و فتویٰ تھے۔ مولانا عنایت اللہ صاحب سابق صدر مدرس مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ، محدث احسان علی صاحب مظفر پوری، مولانا عبد الغفار صاحب صدر مدرس مدرسہ علیمیہ سرکاہی شریف، حضرت محدث مبارکپوری، حضرت صدر العلماء حضرت شمس العلماء اور حضرت مجاہد ملت قدست اسرارہم، جیسے چوٹی کے علماء فخام نے آپ سے فتاویٰ حاصل کئے۔ اس لئے راقم کبھی کبھی اپنے بیان میں کہا کرتا ہے کہ حافظ ملت مجاہد ملت، شمس العلماء اور امام النحو جیسے فقہاء، صوفیاء، محدثین و عقلاء حضرت صدر الشریعہ کے حاشیہ نشین ہیں، تو جن متن کے حاشیے اتنے عظیم و وقیع ہوں اس متن کی عظمت و وقعت کا عالم کیا ہوگا

## ایک پیچیدہ مسئلہ کا حل

اس متن کی جواہر ریزی، استنباط مسائل اور دقت نظر ملاحظہ کیجئے۔ صدر العلماء امام النحو، حضرت مولانا غلام جیلانی نے میرٹھ سے یہ سوال بھیجا کہ

> "ایک شخص کی دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک نے شوہر کے پینے کیلئے پانی رکھا شوہر کو بچھو نے جو پیالے کے نیچے تھا، کاٹ لیا، شوہر نے کہا جس نے پانی رکھا اسکو طلاق۔ اب دونوں عورتیں پانی رکھنے سے انکار کرتی ہیں تو طلاق کس پر واقع ہوگی"[2]۔

یہ ایک ایسا پیچیدہ اور دشوار تر مسئلہ ہے

---

[1] ماہنامہ الرضا بریلی ص۱۰ بابت جمادی الاول ۱۳۳۸ھ۔ [2] فتاویٰ امجدیہ دوم ص۲۵۹۔

جس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو فتویٰ نویسی کے کام سے منسلک ہے۔ حضرت صدر العلماء کی نظر سے اس جزئیہ کا نہ گذرنا اس کے مشکل ترین ہونے کیلئے کافی ہے۔ اس کا جزئیہ خاص ہئیت کے ساتھ غالباً کسی کتاب میں بھی مذکور نہیں سوائے اس کے کہ اسکی نظیر پر نظر ڈالی جائے اور فقہی بصیرت کو بروئے کار لایا جائے۔

چنانچہ حضور صدر الشریعہ کی نکتہ سنجی اور نظر فقہی لمحوں میں اس مسئلہ کو سلجھا دیتی ہے اور مسئلہ بالکل بے غبار ہو کر سامنے آتا ہے۔ نیز اس واہمہ کا بھرپور رد ہو جاتا ہے کہ دونوں بیوی میں سے کوئی ایک متعین نہیں ہو رہی ہے تو طلاق نہیں پڑنی چاہیئے آپ فرماتے ہیں۔

"اگر شوہر کو معلوم ہے کہ فلاں عورت نے پانی رکھا تھا جب تو ظاہر ہے کہ اسی کو طلاق ہے، اسکے انکار کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر شوہر کو بھی معلوم نہیں وہ خود مشتبہ ہے کہ کس نے ایسا کیا، مگر یہ معلوم ہے کہ انھیں دونوں میں سے ایک نے پانی رکھا ہے، اس صورت میں حکم یہ ہے کہ جب تک دونوں میں سے ایک کو معین نہ کرے اور اشتباہ جاتا نہ رہے، کسی سے قربت نہیں کر سکتا اگر وہ طلاق بائن ہو یا عدت گذر چکی ہو، اگر رجعی ہے تو دونوں سے رجعت کرے، اور اگر بائن مادون الثلث ہے تو دونوں سے نکاح کرے اور مغلظہ ہو تو بالکل قربت نہیں کر سکتا، جب تک تحلیل نہ ہو جائے یعنی ہر ایک کو ایک ایک طلاق دیدے تاکہ وہ دوسرے سے نکاح کر سکے، پھر اگر وہ طلاق دیدے اور عدت گذر جائے تو شوہر اول نکاح کر سکتا ہے۔ اگر شوہر نے کوئی ایسا فعل کیا جس سے ایک کا مطلقہ ہونا معین ہو جائے تو اسی پر طلاق کا حکم ہوگا۔" [1]

جواب لکھنے کے بعد آپ نے نظیر میں فتاویٰ عالمگیری کی ایک طویل تائیدی عبارت پیش کی ہے جس کے بعد مسئلہ اور بھی منقح ہو جاتا ہے۔

[1] فتاویٰ امجدیہ دوم ص ۲۵۹ ۔ ۲۶ ملخصاً

حاصل جواب یہ ہے کہ یہاں تین صورتیں ہیں

(۱) شوہر کو معلوم ہے کہ ان دونوں بیویوں میں سے فلاں نے پانی رکھا تو اسی پر طلاق پڑیگی دوسری پر نہیں۔

(۲) اسے معلوم تو نہیں ہے لیکن اس نے اپنے کسی فعل سے ایک کو متعین کر دیا تو اسی پر واقع ہوگی۔ مثلاً مذکورہ فی السوال جملہ بولنے کے بعد شوہر نے ان میں سے کسی ایک سے تین طلاق کی صورت میں بغیر حلالہ کئے ہوئے نکاح کرلیا تو متعین ہوگیا کہ اس نے دوسری کو طلاق کے لئے خاص کیا لہذا اسی پر طلاق پڑیگی

(۳) شوہر نے نہ کسی فعل سے متعین کیا نہ اسے معلوم ہی ہے کہ فلانہ نے پانی رکھا بلکہ وہ خود ہی اشتباہ میں ہے تو متعین نہ ہونے کے سبب دونوں میں سے کسی سے وطی نہیں کرسکتا ہے۔

اب یہاں چار وجوہ میں سے ایک کو اپنانا پڑے گا۔ اوّل یہ کہ ایک یا دو طلاق رجعی دی ہے اور عدت ابھی نہیں گذری ہے تو رجعت کرلے، دوم یہ کہ عدت گذر چکی ہے تو اب نکاح ثانی کرلے۔ سوم یہ کہ طلاق بائن دی ہے خواہ ایک یا دو خواہ عدت گذری ہے یا نہیں اس صورت میں نکاح ثانی سے بھی کام نہیں چلے گا بلکہ حلالہ کرنا ہوگا جب تک حلالہ نہ کرلے دونوں میں سے کسی سے قربت نہیں کی جا سکتی۔

## ایک مجلس میں تین طلاق کا مسئلہ

آج کل کچھ نام نہاد مسلمانوں نے یہ فتنہ بھی کھڑا کر رکھا ہے کہ ایک مجلس میں یا ایک مرتبہ میں اگر کسی نے تین طلاقیں دے دیں تو طلاق صرف ایک پڑے گی۔ حالانکہ یہ چاروں ائمہ کرام کے مسلک کے سراسر خلاف ہے۔ یہاں پر حضرت مولانا عبد الحیٔ صاحب فرنگی محلی سے بھی لغزش ہوگئی یا یہ کہ کسی اسلام دشمن نے ان کی کتاب میں الحاقی عبارت بڑھا دی ہے انھیں یہ وہم ہوگیا کہ ایک مجلس میں یا ایک ہی مرتبہ میں تین طلاق دینے سے تین کا وقوع صرف امام اعظم کے نزدیک ہے۔ بقیہ ائمہ مجتہدین امام شافعی، امام مالک، اور امام

احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک ایک ہی ہوگی ۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے دور میں بھی ذکر اللہ بستوی نے یہ فتنہ کھڑا کیا جو اپنے کو سنی حنفی ہونے کا دعویدار تھا اس نے ایک سوال کے جواب میں یہ لکھا کہ ایسی صورت میں اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ایک مجلس میں تین طلاق کے لفظ سے تین ہی واقع ہوگی لیکن دوسرے ائمہ کی رائے یہ ہے کہ ایک ہی واقع ہوگی اور چونکہ اشد ضرورت میں دوسرے مذہب پر عمل کرلینا جائز ہے ۔ لہذا زید دوسرے مذہب پر ایسی پریشانی میں عمل کرلے اور رجعت صحیح ہے زیادہ سے زیادہ طلاق بائن مان کر عورت کو نکاح پڑھا کر رکھے ۔

فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں جب یہ سوال و جواب پیش ہوئے تو آپ نے اس کا رد بلیغ فرمایا ۔ آیت قرآنی و فقہی عبارات سے اپنے دعویٰ کو اس طرح مبرہن فرمایا کہ مخالف کو انکار کی گنجائش ہی نہیں ، جواب میں اتنی معقولیت ہے کہ عناد و سرکشی کے سبب اگر دل نہ بھی مانے تو دماغ کو ایمان

لانا ہی پڑے گا

آپ رقم فرماتے ہیں ۔

در صورت مذکورہ میں تین طلاقیں واقع ہوگئیں ، اب بے حلالہ یہ شخص اس عورت سے نکاح نہیں کرسکتا یہی مذہب ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ و امام شافعی و امام مالک و امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے بلکہ جمہور اسی کے قائل ہیں کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تین واقع ہوجاتی ہیں ۔ اللہ عزوجل قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے ، د

ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ ،

جو اللہ کی باندھی حدوں سے تجاوز کریگا وہ خود اپنی جان پر ظلم کریگا ، حکم شرع تو یہ تھا کہ تین طلاقیں تین طہروں میں دی جائیں مگر اس نے اس حکم شرع سے تجاوز کیا کہ ایک مرتبہ تینوں طلاقیں دیدیں ۔ اس کا وبال خود اسی کو بھگتنا پڑیگا ۔ جو فتویٰ آپ نے بھیجا ہے وہ بالکل غلط ہے ، اس کی میں تصدیق نہیں کرسکتا مسلم شریف کی شرح میں امام نووی ،

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے کے متعلق فرماتے ہیں، وقال الشافعی ومالک وابوحنیفۃ واحمد وجماھیر العلماء من السلف والخلف یقع بہ الثلث (یعنی امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ امام احمد اور سلف سے لیکر خلف سارے علماء جمہور نے فرمایا کہ تین طلاقیں پڑجائینگی

پھر آگے لکھتے ہیں۔

”دو یہ مسئلہ تو وہ ہے جس میں چاروں امام متفق ہیں، اگر ائمہ میں اختلاف بھی ہوتا تو ایک حنفی کو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسلک سے عدول کرنا کب جائز ہوتا یہ اتباع شرع نہیں بلکہ ہوائے نفس کی پیروی ہے جس میں اپنا فائدہ نظر آیا اس کو اختیار کر لیا۔“

سوال میں سائل نے یہ عذر خواہی کی ہے کہ زید کہتا ہے کہ ”میری نیت یہ نہ تھی کہ چھوڑ دوں بلکہ دھمکانا اور عادت چھڑانا پھر فوراً عورت نے معافی مانگی اور میں افسوس کرنے لگا اور ہم دونوں راضی ہو گئے اور ہم دونوں میں علیحدگی سخت و دشوار ہے کیونکہ اس بیوی سے دو لڑکے ہیں۔ علیحدگی میں لڑکوں کیلئے حیرانی ہے“ اور مجیب (ذکراللہ بستوی) نے بھی ضرورت کا بہانہ بنا کر صرف ایک طلاق کا حکم دیا ہے۔

اس عذر لنگ اور ضرورت فرضی کے سوال پر آپ کا زور استدلال نشتر کا کام کرتا ہے۔ اور آپ واضح کرتے ہیں کہ یہاں سرے سے کوئی ضرورت شرعی متحقق ہی نہیں ہے ضرورت کی آڑ لینا صرف ایک بہانہ ہے۔ پھر ایک شرعی حل آپ پیش فرماتے ہیں کہ اگر ضرورت ہو بھی تو اس کیلئے شرع شریف نے حلالہ کی تدبیر بتائی ہے اسے اختیار کیا جانا چاہیئے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

”ضرورت کا (قول) محض ایک حیلہ ہے، بچے والی عورت کا ہونا کوئی عذر نہیں اسی طرح جدائی کا شاق ہونا بھی کوئی عذر نہیں آج کل بہت لوگ طلاق دیکر پشیمان ہوتے ہیں اور یہی چاہتے ہیں کہ کسی طرح وہ عورت بغیر حلالہ کئے ہمارے لئے حلال ہو جائے مگر شریعت نے جو حدیں مقرر کر دی ہیں ایک مسلم پر اسکی پابندی

> لازم ہے۔ اگر صورت مذکورہ میں ضرورت کا خیال کیا جائے تو شریعت نے حلالہ کو اس موقع پر دفع ضرورت کیلئے مقرر فرمایا ہے اس کے ذریعہ اپنی ضرورت پوری کی جا سکتی ہے۔ [1]

واضح رہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تین پڑ جاتی ہیں اگرچہ بیک وقت تین دینا گناہ ہے اس سلسلہ میں حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ نے دو حدیثیں بھی پیش کی ہیں جو فتاویٰ امجدیہ دوم ص ۱۸۱ پر مندرج ہیں۔

## ،،نکل جا،، سے وقوع طلاق کیلئے نیت ضروری ہے

ایک مفتی کیلئے نقاد ہونا ضروری ہے تاکہ اپنی تنقیدی نگاہ سے صحیح اور غلط کا فیصلہ کر سکے اسکے بغیر کوئی اس منصب پر فائز نہیں ہو سکتا۔ حضرت صدر الشریعہ ایک نقاد ذہن کے مالک تھے۔ اس کا اندازہ ذیل کے فتوے سے کیجئے جس میں آپ نے ایک عالم صاحب کی سخت تردید کی ہے۔

پیلی بھیت یوپی سے آپکے پاس ایک سوال آیا کہ

> ،، زید نے اقرار کیا کہ میں نے لڑائی کی حالت میں اپنی بیوی کو اس طرح کہا ،، میں نے تجھکو طلاق دی نکل جا ،، میں نے تجھکو طلاق دی نکل جا ،، ان الفاظ سے شریعت کا جو حکم ہو بیان فرمائیں ؟

اس سوال میں دو طرح کے الفاظ طلاق ہیں (۱) ایک تو صریح جن سے نیت ہو یا نہیں، بہر صورت طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں۔ میں نے ،، تجھکو طلاق دی۔ میں نے تجھکو طلاق دی (۲) دوسرے کنایہ جن سے نیت ہو تو طلاق بائن ہوتی ہے ورنہ کچھ نہیں وہ ہیں ،، نکل جا ،، وغیرہ

اس سوال کے جواب میں حضرت صدر الشریعہ کے بعض معاصر علمائے نے جواب دیا کہ ان مذکورہ فی السوال الفاظ سے تین مغلظہ طلاقیں پڑ گئیں جن کے بعد بغیر حلالہ کے کوئی چارۂ کار نہیں۔

اس عالم صاحب نے دو طلاق تو اوپر والے سے بتایا اور ایک طلاق لفظ ،، نکل جا ،،

[1] فتاویٰ امجدیہ ص ۲۷۷

سے اور دلیل یہ دی، کہ صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے کہ اخرجی اوراذہبی (جنکا اردو میں ترجمہ ہے نکل جا چلی جا،) سے نیت طلاق ہو تو پڑے گی مگر مذاکرہ اگر طلاق کا ہو تو بغیر اظہار نیت بھی قضاءً طلاق ہو جائے گی، اور یہاں چونکہ یہ لفظ طلاق کے ساتھ مذکور ہے اسلئے اظہار نیت کی ضرورت نہیں لہذا اس سے طلاق بہر تقدیر ہو جائے گی۔

پھر آگے چل کر لکھا۔

,, بنا بریں زوج وزوجہ کے درمیان جدائی لازم وضروری اور زمانۂ عدت تک کہ تین ماہ ہیں اور وضع حمل ہے اگر زوجہ حاملہ ہو طلاق دینے والے پر زوجۂ مطلقہ کا نفقہ شرعًا واجب۔ یہاں فاضل مجیب نے چار امور کی وضاحت کی ہے۔

(۱) میں نے تجھکو طلاق دی، میں نے تجھکو طلاق دی، سے دو طلاق کا وقوع۔

(۲) ,, نکل جا،، ان الفاظ کنایہ سے ہے جس میں اگرچہ نیت کے اظہار کی ضرورت ہوتی ہے مگر حالت مذاکرۂ طلاق میں ضرور طلاق پڑ جائے گی۔ اس لئے اوپر کی دو اور ایک یہ ملکر تین مغلظہ طلاقیں ہو جائیں گی۔

(۳) مذاکرہ کے ساتھ حالت غضب کا اضافہ کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک مذاکرہ بغیر غضب کے پایا ہی نہیں جاتا ہے۔

(۴) غیر حاملہ کی عدت تین ماہ بتائی۔

مگر یہی سوال مع جواب مذکور جب حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ نے جوابًا فرمایا کہ صورت مسئولہ میں حالت مذاکرہ وغضب کے سبب مطلقًا تین طلاق مغلظہ کا حکم دینا صحیح نہیں ہے۔ مجیب کے پہلے امر کے سلسلہ میں فرمایا کہ ان دونوں لفظ صریح (میں نے تجھکو طلاق دی میں نے تجھ کو طلاق دی) سے بہر حال دو طلاقیں واقع ہوئیں۔ مگر مجیب نے لفظ ,, نکل جا،، سے جو مذاکرہ کے سبب طلاق کا مطلقًا حکم دیا یہ سراسر غلط وبے بنیاد ہے کیونکہ یہ کنایہ کے ان الفاظ سے ہے جو محتمل رد ہوتا ہے۔ اور اس میں بہر حال نیت کی ضرورت ہے، خواہ مذاکرہ طلاق ہو یا نہیں اگر اس سے شوہر نے طلاق کی نیت کی تھی

تو اس سے طلاق ہو گی ورنہ نہیں آپ نے اپنے موقف پر تنویر الابصار، درمختار اور ہدایہ کی اس عبارت سے استناد کیا ہے جس سے فاضل مجیب نے چشم پوشی سے کام لیا تھا،

مجیب کے تیسرے امر کے سلسلہ میں نقد یوں فرمایا کہ مذکورہ لفظ سے اگر بالفرض مذاکرہ کی صورت میں بغیر علم نیت شوہر طلاق ہو بھی تو غضب کی عبارت کا یہاں کیا جوڑ کیا بغیر غضب کے مذاکرہ کا وجود نہیں ہوتا اگر ایسا ہے تو یہ مجیب کے قصور فہم کی دلیل ہو گی۔

چوتھے امر پر آپ نے تعجب کا اظہار فرمایا ہے کیونکہ غیر حاملہ کیلئے تین ماہ مدت عدت مطلقاً کہنا ہرگز درست نہیں بلکہ تین ماہ کی عدت آئسہ و صغیرہ کیلئے ہے۔ رہ گیا ذوات الحیض کا معاملہ تو ان کی عدت تین حیض ہے۔ نہ کہ تین ماہ۔ خواہ وہ تین حیض دو ماہ میں پورے ہوں یا دس سال میں۔

راقم چاہے گا کہ حضرت کا وہ فتوٰی بھی نقل کرے تاکہ فقیہ اعظم کی فقاہت کا جلوہ قارئین دیکھ لیں اور فتوٰی کی تلاوت و کلام کی چاشنی سے بھی محظوظ ہوں۔ لیکن اس سے قبل یہ ذہن نشین کرتے چلئے کہ طلاق کے الفاظ کنایہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) وہ الفاظ جو طلاق کے معنی بتانے کے ساتھ ساتھ رد کا بھی احتمال رکھتے ہوں۔

(۲) سب و شتم یعنی گالی کا احتمال رکھتے ہوں

(۳) نہ سوال کے رد کا احتمال رکھتے ہوں اور نہ سب و شتم کا بلکہ جواب کیلئے متعین ہوں۔ اگر پہلی صورت ہے تو وقوع طلاق کیلئے ہر حال میں نیت کی ضرورت ہے۔ بغیر اظہار نیت کے حکم طلاق نہ ہو گا۔ اور اگر دوسری صورت ہے تو اس سے اسی وقت طلاق ہوئی جبکہ خوشی یا غضب کی حالت میں نیت ہو۔ البتہ مذاکرہ طلاق ہو تو اظہار نیت کی ضرورت نہیں اور تیسری صورت ہو تو خوشی میں نیت ضروری اور غضب و مذاکرہ کے وقت نیت کی ضرورت نہیں (درمختار وغیرہ) یہاں مسئلہ زیر بحث اس پہلی قسم یعنی محتمل رد میں سے ہے جس میں وقوع طلاق کیلئے خواہ مذاکرۂ طلاق ہو یا نہیں بہر تقدیر نیت کی ضرورت ہے۔

اب فتویٰ کی اصل عبارت تختۂ ذہن پر نوٹ کیجئے۔

شوہر نے جو الفاظ کہے ان میں دو لفظ صریح ہیں، ان سے بہر حال دو طلاقیں واقع ہوئیں، خواہ اس نے طلاق دینے کی نیت سے کہے یا نہیں۔ اور دوبار یہ لفظ کہے کہ "دو نکل جا" یہ الفاظ کنایہ سے ہے اور محتمل رد ہے اور اس میں بہر حال نیت کی ضرورت ہے اگر شوہر نے اس لفظ "نکل جا" سے طلاق کی نیت کی تو اس سے بھی طلاق ہو گی، اور اب تین طلاقیں ہو گئیں اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بے حلالہ نکاح میں نہیں آسکتی۔ اور لفظ "نکل جا" سے اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو صرف دو رجعی طلاقیں ہوئیں، زمانۂ عدت میں رجعت کر سکتا ہے۔ اور بعد عدت نکاح جدید۔ اور حلالہ کی اس صورت میں ضرورت نہیں۔ اگر شوہر بقسم بیان کرے کہ میں نے لفظ نکل جا سے نیت طلاق نہ کی تو اس کا قول مان لیا جائیگا غضب کی صورت میں نیت پر موقوف نہ ہونا اس

کنایہ میں ہے جو محتمل رد و سب نہ ہو جواب کیلئے متعین ہو اور مذاکرۂ طلاق میں جو محتمل سب یا محتمل رد و سب کسی کا نہ ہو یہ دونوں نیت پر موقوف نہیں اور یہ لفظ نکل جا محتمل رد ہے لہذا مذاکرہ یا غضب کا ذکر کہ فتویٰ میں واقع ہوا، اور اس بنا پر موقوف علی النیۃ نہ جانا اور بغیر علم نیت شوہر تین طلاق کا حکم دیا صحیح نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے۔ فنحو اخرجي واذهبي وقومي يحتمل ردًا۔ در مختار میں فرمایا۔ تتوقف الاقسام الثلثة على نية للاحتمال....... اور ہدایہ سے استناد کیا (فاضل مجیب نے) کہ اخرجي اور اذهبي اگر مذاکرہ طلاق کے وقت بولے جائیں تو بغیر اظہار نیت قضاءً طلاق ہو جائیگی حالانکہ صاحب ہدایہ نے یہ قول قدوری اولاً ذکر کیا اسکے بعد بتا دیا کہ اس قول میں اگرچہ تمام الفاظ کی نسبت ایک حکم رکھا مگر اس میں تفصیل یہ ہے، جو محتمل رد ہے اس سے اس میں بغیر نیت حکم طلاق نہیں، فرماتے ہیں...... صاحب ہدایہ نے جو تفصیل ذکر کی اور قاعدۂ کلیہ ذکر فرمایا ان سب سے

چشم پوشی نہ چاہیئے تھی۔ پھر قدوری نے صرف مذاکرہ کیلئے یہ حکم دیا مجیب نے اس پر غضب کا اضافہ فرمایا، شاید بغیر غضب مذاکرہ کو ناکافی سمجھا اور عجب یہ کہ عدت تین ماہ اور وضع حمل بتائی حالانکہ مطلقہ غیر حامل کی عدت تین حیض ہے۔ تین حیض کیلئے تین ماہ ہونا کیا ضرور، ہاں اگر آئسہ یا صغیرہ ہو تو البتہ عدت تین ماہ ہے" ملخصاً [1]

یہ فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کی شان فتویٰ نویسی، دقت نظر، قوت تنقید اور کمال استدلال کی چند جھلکیاں تھیں جو صرف بطور نمونہ قید تحریر میں لائی گئیں حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات ستودہ صفات جہاں اور فنون میں بے نظیر ہے وہیں افتاء و دارالافتاء کیلئے آبرو ہے۔ ایک عالم میں کوئی مفتی نہ ملیگا جو آپ کی کتابوں سے استفادہ نہ کرتا ہو، کوئی دارالافتاء نہیں جس میں آپکے فتاویٰ کی کتابیں نہ ہوں۔ آپ ادارۂ علم و حکمت تھے جو آپ سے منسوب ہوا ادارۂ علم وحکمت ہو گیا۔ آپ کے فقہی گلدستہ سے جڑا فقیہ بن گیا۔

یہ ساری برکتیں ہیں خدمت دین پیمبر کی
جہاں میں ہر طرف ہے تذکرہ صدر الشریعہ کا
مصنف بھی، مقرر بھی، فقیہ عصر حاضر بھی
وہ اپنے آپ میں تھا اک ادارہ علم و حکمت کا

## حضرت صدر الشریعہ اور خدمت فقہ حنفی

یہ امر ثابت شدہ ہے کہ اہلسنت وجماعت کے چاروں مذاہب حق پر ہیں۔ ان میں سے جس کا پیرو کار رہنے گا نجات و فلاح پائے گا لیکن سب سے زیادہ عظمت و فوقیت مسلک حنفی کو حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلواۃ والتسلیم نزول فرمائیں گے تو آپ کا اجتہاد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے اجتہاد کے موافق ہوگا، اہل ہند کی خوش قسمتی کہی جاسکتی ہے کہ شروع سے ہی اس مسلک پر کاربند رہے ہیں۔ مگر تیرہویں صدی کے اخیر میں غیر مقلدین نے نت نئے فتنے کھڑے کئے اور چاہا کہ ہندوستان سے حقیقت کو مٹادیا جائے۔ ایسے موقع سے

---

[1] فتاویٰ امجدیہ ص ۲۰۸ - ۲۰۹ -

چونکہ جہاد کرنے والے مجدد اعظم امام احمد رضا
قدس سرہٗ کمر بستہ ہوئے اور اہل باطل کے
ناپاک عزائم کی بنیاد کھوکھلی کر دی اور مسلک
حنفی کی اشاعت اس طرح کی کہ مبصرین یہ
تبصرہ کرنے پر مجبور ہو گئے کہ اگر امام احمد رضا
پیدا نہ ہوتے تو ہندوستان سے حنفیت
ملیامیٹ ہو جاتی۔ اس طرح آپ کے شاگرد
و خلیفہ مجاز حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ و
الرضوان نے بھی اپنی پوری زندگی حنفیت
کے فروغ و اشاعت کیلئے وقف کر دی۔
شاگردوں کے ذہن کو حنفیت کے سانچے
میں ڈھالا، عوام کے سامنے اسکی خوبی ظاہر
فرمائی اور اپنی تصنیفات سے ایک عالم میں
حنفیت کو پھیلا دیا۔ آپ کی جو بھی تصنیف
ہماری نظروں کے سامنے ہے وہ مسلک حنفی
ہی میں ہے۔ وہ جا بجا مسلک حنفی کا کھلے
لفظوں میں اظہار فرماتے ہیں اور احادیث
سے اس کی تائید فرماتے ہیں۔ مثلاً طلاقِ
مُکرَہ کا مسئلہ لیجئے کہ امام شافعی اور
امام احمد کے نزدیک حالت اکراہ (زبردستی)
میں طلاق نہیں ہوتی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ
کے نزدیک ہو جاتی ہے (اگر زبان سے ہو)
حضرت صدر الشریعہ سے اس بارے میں
استفتاء ہوا تو آپ نے جواب دیا حنفیہ کے
نزدیک حالت اکراہ یعنی زبردستی میں بھی
طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ حدیث میں ارشاد
فرمایا۔ " ثلث جدھن جد وھزلھن جد النکاح
والطلاق والعتاق " [1] (تین چیزیں وہ ہیں
جن کا ارادہ بھی ارادہ ہے اور مذاق بھی ارادہ ہے
وہ ہیں نکاح، طلاق اور آزادی) درمختار میں ہے
" ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبدا
او مکرھا " (اور ہر عاقل بالغ شوہر کے طلاق
دینے سے واقع ہو جائے گی اگرچہ وہ غلام یا
مجبور ہو) [2]

## صرف عورت ہی پر عدت کیوں!

احکام الٰہیہ جو بندوں پر عائد ہیں ان
میں کوئی نہ کوئی مصلحت و حکمت ضرور ہے
لیکن ہر مصلحت کو بندہ جان لے یہ کوئی ضروری
نہیں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اپنے مخصوص بندو

[1] رواہ الترمذی وابوداؤد، مشکوٰۃ کتاب الطلاق۔ [2] فتاویٰ امجدیہ دوم ص ١٧٩ —

پر حکمتوں کو ظاہر فرما دیتا ہے اور بہتوں کو محروم رکھتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی تحریرات کے مطالعہ کے بعد ظاہر ہوتا ہے کہ بے شمار مصالح شرعیہ پر ان کی گہری نظر تھی چنانچہ آپ احکام شرع کے وجوہ و حکم کو جا بجا واضح کرتے ہیں اور اس طرح کے بے بنیاد اعتراض کا شافی و کافی جواب دیتے ہیں۔
اس سوال پر کہ صرف عورتوں ہی پر عدت کیوں واجب ہے مرد کو کیوں یہ حکم نہیں آپ فرماتے ہیں کہ

"عورت کیلئے عدت اس لئے ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ اسکو حمل نہیں ہے کہ اگر حمل ہوا اور نکاح ہو گیا تو بچہ کے نسب میں دشواری پیدا ہو گی اور عدت کے دیگر اسباب بھی ہیں جو مرد میں نہیں پائے جاتے[1] مثلاً طلاق کسی وقتی غصہ وغیرہ کی وجہ سے دیدیا تھا، بعد میں شوہر پچھتایا اور چاہتا ہے کہ یہ عورت میرے نکاح میں رہے۔ تو عدت سے یہ فائدہ ہوگا کہ اگر طلاق رجعی ہے تو رجعت کر سکتا ہے۔ اور اگر طلاق بائن تین سے کم ہے تو نکاح جدید کر سکتا ہے" اگر بالفرض عورت کی عدت نہ ہو اور طلاق کے بعد عورت کو فوراً نکاح کا حق حاصل ہو جس کی بنا پر طلاق کے بعد ہی بلا تاخیر عورت دوسرا نکاح کر لیتی تو نہ رجعت ہو سکتی نہ نکاح جدید ہو سکتا عدت کے ایام میں سوچنے غور کرنے اور مستقبل کا فیصلہ کرنے کا کافی موقع ہے[2]

گویا اس میں عورت کا نقصان نہیں فائدہ ہی ہے۔

## کیا زنا کے ثبوت کیلئے چار گواہ کی شرط زنا کو بڑھاوا دینا ہے؟

شریعت مطہرہ میں مسلمانوں کی عزّت و آبرو اور جان کا بڑا لحاظ رکھا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ جہاں شریعت مطہرہ نے زانی و زانیہ پر یہ حکم عائد کیا ہے کہ اسکو سو کوڑے لگائے جائیں یا سنگ ساری کر کے ہلاک کر دیا جائے وہیں زنا کے ثبوت کے لئے

[1] فتاویٰ امجدیہ دوم ص ۲۹۱ ۔ [2] حاشیہ

کڑی شرط لگائی ہے کہ اپنی شرائط کے ساتھ
چار عینی شاہد ہوں۔ اگر مع شرائط چار عینی
شاہد نہ ہوں بلکہ تین یا دو ہی ہوں تو زنا ثابت
نہ ہوگا بلکہ زنا کے مدعی اور گواہ ہی پر حدقذف
(۸۰ کوڑے) لگائی جائیگی۔

تو یہاں پر ایک سوال ابھر کر سامنے
آتا ہے کہ جب گواہوں کی شرط ہے تو زانی
وزانیہ تین یا دو آدمی کے سامنے دھڑلے
سے زنا کریں گے اور انھیں کوئی خوف نہ
ہوگا کہ اتنے ہی سے زنا ثابت نہ ہوسکے
گا بلکہ الٹے ہی گواہوں ہی کو کوڑے لگیں
گے ایسی صورت میں زنا پر بندش نہ ہوئی
بلکہ دروازہ کھل جائیگا۔ معترض کے اس
اعتراض کو حضرت صدر الشریعہ بے بنیاد کرتے
ہوئے ایسا حل پیش فرماتے ہیں کہ زنا
کا دروازہ بھی مسدود ہوجاتا ہے اور
گواہان بھی حدقذف سے بچ جاتے ہیں
آپ لکھتے ہیں۔

دو رہا سائل کا یہ سمجھنا کہ چار گواہ نہ ہوں
توحد نہیں۔ لہٰذا تین شخصوں کے سامنے
زنا کا کوئی خوف نہیں۔ یہ غلط ہے بلکہ
شرع مطہر نے بروجہ اتم اس کی بندش
فرمادی ہے یہاں تک کہ اگر کوئی مرد کسی
اجنبی عورت کے ساتھ تنہا مکان میں ہو
تو اگرچہ فعل قبیح میں اسے مبتلا نہ دیکھے
مگر یہ گمان ہے کہ برے کام کیلئے جمع ہوئے
ہیں تو انھیں سختی کے ساتھ روک دے
اور اگر جانتا ہے کہ شور وغل کرنے سے
بھی باز نہ آئیں گے تو جان سے مار ڈالنے
کی بھی اجازت ہے۔ مگر یہ حکم صرف اسی
وقت کیلئے ہے جس وقت اس نے
اپنی آنکھ سے دیکھا، اس کے بعد یہ
دیکھنے والا کچھ سزا نہیں دے سکتا بلکہ
اب حاکم کے سامنے پیش کرے، وہ جو
مناسب سمجھے سزا دے۔ اور حاکم مناسب
جانے تو انتالیس درّے لگائے مگر یہ سزا
اسی وقت ہوگی کہ دیکھنے والے نے زنا
کا دعویٰ نہ کیا ہو۔ مثلاً یہ کہا کہ میں نے
ان دونوں کو ایک مکان میں تنہا دیکھا
یا زنا کے علاوہ اور کوئی ان کی حرکت قبیحہ
بیان کی۔ اور اگر زنا کا دعویٰ کیا تو اب بغیر

چار گواہ پیش کئے حدِ قذف سے بری نہیں ہو سکتا۔ ملخصاً[1]

اس جواب میں حضرت نے کئی امور کا افادہ فرمایا ہے۔

(۱) کہ کسی مرد و عورت کو تنہائی میں دیکھا اور گمان ہے کہ زنا میں مبتلا ہو جائیں گے اور چار گواہ نہیں تو چاہیئے کہ ان دونوں کو سختی کے ساتھ روکے، خدا کا خوف دلائے یا ڈانٹ پھٹکار کرے اور دونوں کو جدا کرے۔

(۲) اگر یہ کارآمد نہ ہو تو شور و غل کرے کیونکہ شور و غل کے ڈر سے بھی بد طینت لوگ الگ ہو جاتے ہیں

(۳) اگر یہ گمان غالب ہو کہ شور و غل سے بھی یہ دونوں باز نہ آئیں گے تو قتل کر ڈالے (یہ حکم مخصوص ہے اس ملک کیلئے جہاں حاکم اسلام ہے) اور ہندوستان میں چونکہ حاکم اسلام نہیں ہے اسلئے قتل کرنیکی اجازت نہ دی جائے گی، البتہ گورنمنٹ کے تھانے کو اسکی اطلاع دے کہ اس کے خوف سے بھی آئندہ باز رہنے کی امید ہے۔ یا عوام کی میٹنگ میں اسے پیش کرے تاکہ لوگ اس سے باز پرس کریں اور نہ ماننے پر اس کا مکمل بائیکاٹ کریں۔

اور اگر ڈانٹ ڈپٹ سے باز آ گیا، توبہ بھی کر لی تو عوام کے سامنے اجاگر کرنا اچھا نہیں، کہ اسلام پردہ پوشی کا مذہب ہے، نہ کہ فاحشہ کی اشاعت کا

(۴) قتل کرنے کا حکم اسی وقت ہے جس وقت اس نے دیکھا لیکن کسی نے زنا کرتے دیکھا اور حاکم اسلام کے پاس یہ شکایت لیکر جا رہا ہے اس میں دو صورتیں ہیں۔ خاص زنا کے ساتھ دعویٰ کیا یا یہ کہ صرف یہ کہا کہ میں نے ان دونوں کو ایک مکان میں تنہا دیکھا ہے۔ اگر پہلی صورت ہے اور چار گواہ پیش نہ کر سکا تو خود مدعی پر حدِ قذف جاری ہو گی۔ لیکن اگر دوسری صورت ہے تو حاکم انتالیس درّے تک سزا دیگا۔ تو حاصل یہ نکلا کہ شور مچانے یا حاکم کے یہاں غیر زنا کے دعویٰ سے زنا کا سدباب ہو جائیگا اور حدِ قذف سے بھی بچ جائے گا۔

یہ وہ فقہی تحقیقات انیقہ، وسہولیات شرعیہ ہیں جن کے پڑھنے کے بعد قلب کو سرور اور آنکھوں کو روشنی ملتی ہے۔ اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی تبحر علمی و دقتِ فقہی کی نظیریں بھی سامنے آتی ہیں۔

---

[1] فتاویٰ امجدیہ دوم ص ۳۲۰ - ۳۲۱ -

# حضور صدر الشریعہ
# اپنے تلامذہ کے جھرمٹ میں

مفتی محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی
خادم افتا: مدرسہ فیض العلوم جمشید پور

ہُوا تیری توجہ سے مجاہد دین کا کوئی
کوئی سرادِ دوراں اور حافظ کوئی ملت کا

اس خاک دانِ گیتی پر ایک سے ایک بندگانِ خدا آئے اور ایک زمانے تک اس دنیا کو آباد و شاد کرتے رہے، پھر وعدۂ الٰہی کے تحت موت کے منہ میں چلے گئے، آج ان کا کوئی نام لینے والا نہیں۔ مگر اس فرشِ گیتی پر کچھ ہستیاں وہ جلوہ آرا ہوئیں، جو موت کا مزہ چکھنے کے باوجود زندہ و تابندہ ہیں۔ ان کے نقوشِ حیات بھی زندہ ہیں، ان کے کارنامے بھی۔ صدیاں بیت گئیں، مگر وہ اب بھی اربابِ علم و دانش کے دل و دماغ میں بسے ہوئے ہیں، وہ چُھپے نہیں چُھپے ہوئے ہیں۔ ان ہی پاک ہستیوں میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت، فقیہ اعظم ہند، صدر الشریعہ، بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ کی عبقری شخصیت ہے۔ وہ ایک ولی اللہ اور امام اصفیا ہونے کے سبب زندہ ہیں۔ وہ اپنی تصنیفات حاشیۂ شرح معانی الآثار، ۱۷ حصوں پر مشتمل بہار شریعت اور چار جلدوں پر مشتمل فتاویٰ امجدیہ کی شکل میں زندہ ہیں۔ وہ اپنے عظیم مریدین، خلفا اور تلامذہ کے جھرمٹ میں رہ کر حیاتِ جاودانی کے پیکر محسوس بن گئے ہیں۔

وہ بلاشبہ اپنے شاگردانِ رشید (۱) حضور حافظ ملت (۲) مجاہد ملت (۳) محدث اعظم پاکستان (۴) شیر بیشۂ اہل سنت (۵) صدر العلما میرٹھی (۶) مفتی رفاقت حسین مفتی اعظم کانپور (۷) محدث پاکستان علامہ مفتی عبد المصطفیٰ ازہری (۸) حضرت محدث کبیر وغیرہم کے تبحر علمی، تفقہ فی الدین اور دینی و ملی کارناموں کے جھروکے سے زندہ و پائندہ ہیں۔

مشہور مقولہ ہے:

''درخت اپنے پھل اور استاذ اپنے شاگردوں سے پہچانا جاتا ہے''۔

اگر یہ حقیقت ہے تو واقعی اس شجر طوبیٰ کے مولانا شمس الہدیٰ، مولانا یحییٰ، مولانا عطاء المصطفیٰ مرحوم، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا قاری رضاء المصطفیٰ، علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری، مفتی ثناء المصطفیٰ، مفتی بہاء المصطفیٰ، استاذِ گرامی مولانا فداء المصطفیٰ، مولانا علاء المصطفیٰ، مولانا عطاء المصطفیٰ پاکستان، مفتی جمال مصطفیٰ، مولانا ابو یوسف ازہری، مفتی فیضان المصطفیٰ، مولانا وفاء المصطفیٰ جیسے بیٹے اور پوتے کی شکل میں میٹھے میٹھے نہایت خوش گوار پھل ہیں تو مندرجہ بالا آٹھ تلامذہ کے علاوہ:

(۹) شمس العلما مولانا شمس الدین جونپوری (۱۰) مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا جیلانی (۱۱) مفتی تقدس علی خان بریلوی پاکستان (۱۲) خیر الاذکیا مفتی غلام یزدانی اعظمی

(۱۳) مولانا غلام جیلانی اعظمی (۱۴) مفتی محبوب رضا خان بریلوی پاکستان (۱۵) سید العلما حضرت آل مصطفیٰ مارہروی (۱۶) مفتی مبین الدین امروہوی (۱۷) مفتی وقار الدین پاکستان (۱۸۱) صاحب تصانیف کثیرہ مفتی خلیل احمد برکاتی (۱۹) جامع معقولات ومنقولات مولانا سلیمان اشرف بھاگل پور (۲۰) مفتی اعجاز ولی خان پاکستان (۲۱) مولانا فیض الہدیٰ گیاوی (۲۲) مولانا افضل الدین حیدر، درگ (۲۳) مولانا محمد عمر مدراسی (۲۴) مولانا سید ظہیر الدین زیدی (۲۵) مفتی شریف الحق امجدی (۲٦) مفتی لطف اللہ علی گڑھی (۲۷) علامہ محسن فقیہ شافعی (۲۸) فیض العارفین مولانا غلام آسی (۱) ان کے شاگرد ہونے کا تذکرہ صدر الشریعہ نمبر کے صفحہ ۱۹۴ر پر ہے) (۲۹) مفتی مجیب الاسلام ادروی (۳۰) مولانا الفت علی گورکھپوری (۳۱) مولانا خلیل احمد کچھوچھوی (۳۲) سید مظہر ربانی، باندہ (۳۳) امین شریعت علامہ سبطین رضا بریلوی (۲) اس کے راوی مفتی مجیب الرحمٰن رائے پور چھتیس گڑھ ہیں، موصوف نے راقم السطور سے بیان کیا کہ حضور امین شریعت موصوف نے خود مجھ سے فرمایاک ہ میں نے حضرت صدر الشریعہ سے پڑھا ہے، جب حضرت جلالین شریف پڑھا رہے تھے تو میں دور کنارے بیٹھنا چاہتا تھا اور حضرت اپنے قریب سامنے بیٹھاتے تھے) (۳۴) بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی (۳) اس کے راوی حضرت مفتی عبد المنان کلیمی ہیں، انھوں نے راقم سے فرمایا کہ حضرت بحر العلوم نے خود مجھ سے فرمایا کہ حضرت صدر الشریعہ نے مجھے بخاری شریف شروع کرائی (نور) (۳۵) مولانا اسد الحق اندوری (۳٦) مولانا حامد فقیہ ممبئی (۳۷) مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی مہکتے دمکتے ہوئے جامع معقولات ومنقولات جید تلامذہ ہیں۔

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی، مفتی ظفر علی پاکستان، مولانا سید عبد الحق مبارک پوری ثم کاٹھیاواڑی، قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری، مفتی جلال الدین امجدی، مولانا ثناء اللہ مئوی، قاری مصلح الدین صدیقی پاکستان، مولانا غلام ربانی فائق الامجدی، قاری محمد یحییٰ مبارکپوری، مولانا عبد الشکور اعظمی، حضرت علامہ عبد الرؤف مبارکپوری جیسے اکابر امت آپ کے خلفا ومریدین ہیں علیہما الرحمۃ والرضوان۔

نوٹ:۔ شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی قدس سرہ، حضور حافظ ملت، صدر العلما حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی میرٹھی اور محدث اعظم پاکستان حضرت مفتی سردار احمد علیہم الرحمہ کے واسطے تو حضور صدر الشریعہ کے تلمیذ ہیں ہی، مگر بلا واسطہ بھی آپ کے شاگردوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے، کیوں کہ صدر الشریعہ کے آخری ایام میں ایک سال تک گھوسی میں آپ نے حضرت سے استفادہ کیا ہے، حضرت کے شاگرد ہونے کا ذکر حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ نے خود اپنے مضمون میں کیا ہے۔ مرید وخلیفۂ مجاز ہونا اس پر مستزاد ہے۔

یہ اکابر علما ومشائخ عمائدین قوم وملت ہیں، جن کو تاریخی صفحات میں اپنی جگہیں دیں، ان کے علاوہ اور بھی تلامذہ ہیں، جن کو بہت کم لوگ جانتے ہیں:

(۳۸) مولانا علاء الدین پرنوی سابق شیخ الحدیث مدرسہ فیض العلوم جمشید پور (جھارکھنڈ) (۱) ان کی تعریف مفتی عبد الستار مصباحی سابق صدر المدرسین مدرسہ فیض العلوم جمشید پور سے سنی تھی اور ان کے تلمیذ مولانا محمد یٰسین فیضی مدھوپور نے فرمایا کہ حضرت کافی صلاحیت کے مالک تھے اور بخاری

شریف نہایت شاندار طریقے پر پڑھاتے تھے)(۳۹) مولانا غلام مصطفیٰ کوثر امجدی بلیاوی سابق محرر دارالافتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور(۲) زمانۂ طالب علمی کے دوران ۱۹۸۶ء تک ایک عرصۂ دراز تک حضرت موصوف کی صحبت بافیض سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں ان سے راقم الحروف فیض یاب ہوتا رہا، اسی دوران معلوم ہوا تھا کہ آپ صدرالشریعہ کے شاگرد ہیں)(۴۰) مولانا عبدالعزیز امجدی مبارکپوری(۳) ماہنامہ اشرفیہ صدرالشریعہ نمبر،ص۲۵۸) (۴۱) مولانا محمد زاہد(۴) مرجع سابق، ص:۲۳) (۴۲) مولانا محمد خلیل امروہوی (۵) مرجع سابق،ص:۲۴) (۴۳) مولانا ابوالوفا شاہ مظفر پوری (۴۴) مولانا غلام یٰسین مظفر پوری (۴۵) مولانا سید محمد علی اجمیری (۴۶) سید حسین علی اجمیری (۴۷) سید اقبال اجمیری (۴۸) مولانا خیرات الحسن اجمیری (۴۹) مولانا یونس اجمیری(۶) ان ساتوں کا تذکرہ محدث پاکستان عبدالمصطفیٰ ازہری نے اپنے مضمون میں کیا ہے، صدرالشریعہ نمبر ص:۳۳،۳۴ر پر) (۵۰) مولانا افتخار احمد خالص پور اعظم گڑھ(۷) حضور صدرالشریعہ حیات و خدمات،ص:۸۷) (۵۱) قاری مولانا رضاء المصطفیٰ کراچی (۵۲) شاہ صدیق اللہ بنارسی (۸) ماہنامہ اشرفیہ صدرالشریعہ نمبر،ص:۵۷) (۵۳) مفتی ثناء المصطفیٰ علیہم الرحمہ (۹) حضرت محدث کبیر قبلہ کی روایت کے مطابق آپ نے حضرت صدرالشریعہ سے چند ابتدائی کتابیں پڑھیں)

آپ کے تلامذہ کا یہ وہ دستہ ہے جو بذاتِ خود اپنے اپنے وقت کے سرچشمۂ علم و حکمت، امام علم و فن اور مرد میدان تھے۔ جو جہاں تھا کوہ ہمالہ تھا، آفتاب و ماہتاب تھا۔ اس لیے کہ ان سب کا شیخ و مربی بڑا قد آور تھا، تناور تھا، شناور تھا، خود روشن تھا، دوسروں کو روشن کرنے والا تھا۔ نور وہ ہے جو خود روشن ہو اور دوسروں کو بھی روشن کرے۔

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

حضرت صدرالشریعہ کی تدریس کا چہار دانگ عالم میں شہرہ تھا، اسی لیے صرف ہندوستان ہی نہیں افغانستان، بخارا اور افریقہ کے طلبہ بھی آپ کی بارگاہ میں پہنچے اور آپ کے ارشد تلامذہ میں اپنا نام لکھوانا باعث فخر سمجھا۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنے مقالہ میں رقم طراز ہیں:

''ایک افغانی طالب علم سن رسیدہ، جو دوسرے مدارس میں کئی بار درس نظامی کی تکمیل کر چکا تھا، حضرت کی شہرت سن کر اجمیر شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، درس میں بخاری شریف آپ سے پڑھتا تھا، اس نے ''تتمۂ خانقاہی'' پڑھنے کی درخواست کی، حضرت نے اس کی درخواست منظور فرمالی، تتمۂ خانقاہی اصول فقہ میں بہت مشکل کتا ہے، ہندوستان میں رائج نہیں، اس لیے نہ کتب خانہ میں تھی، نہ حضرت کے پاس تھی، صرف ایک ہی کتاب اس افغانی طالب علم کے پاس تھی، خارجِ وقت میں پڑھاتے تھے اور فارسی میں تقریر فرماتے تھے، کیوں کہ یہ اردو کم سمجھتا تھا''۔

(ماہنامہ اشرفیہ کا صدرالشریعہ،ص:۱۲)

اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ حضور صدرالشریعہ سہ لسانیات کے ماہر تھے، عربی، فارسی اور اردو زبان بولنے پر کمال قدرت رکھتے تھے اور عالمی شخصیت کے مالک تھے۔

امین شریعت مفتی عبدالمنان کلیمی صاحب اپنے مضمون

میں بخاری اور افریقی طلبا کے حوالے سے یوں رقم طراز ہیں:

''ایک افریقی طالب علم مولانا محبوب خدا بخش کو جب یہ معلوم ہوا کہ سرزمین ہند میں ایک نابغۂ روزگار شخصیت میدان درس و تدریس کے شہ سوار حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت فقیہ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں، جو بے قرار دل کو قرار اور پراگندہ ذہن کو جلا بخشتے ہیں، جن کی بارگاہ میں صبح و شام لوگ ان کے فیضانِ علم و حکمت سے سرفراز ہوتے ہیں، تو وہ بھی رخت سفر باندھتے ہیں اور ریاست ''دادوں'' کا قصد کر لیتے ہیں، بالآخر حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کے حلقۂ درس میں شریک ہونا چاہتے ہیں، حضرت صدر الشریعہ نے درخواست منظور فرمائی اور ان کی تعلیم و تربیت کا عمدہ انتظام فرمایا''۔

آگے لکھتے ہیں:

''ملک روس کے مشہور و معروف شہر بخارا کو کون نہیں جانتا، عہد اول میں وہ اسلامی تعلیمات اور دینی امور کا عظیم مرکز رہا ہے، وہاں سے بڑے بڑے فضلا اور علما نکلے اور عالم اسلام میں انقلاب پیدا کر دیا، آج وہی شہر بخارا نے اپنی آغوش کے ایک پروردہ کو حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں بھیج دیا، اور اس شان بان کے ساتھ کہ وہ عالم حضرت صدر الشریعہ کے حلقۂ درس میں شریک ہونے کے بعد سب سے پہلا سوال یہ کرتے ہیں کہ حضور میں ''شرح مطالع'' پڑھنا چاہتا ہوں، حضرت فقیہ اعظم ہند جو علوم و معارف کے ناپیدا کنار سمندر تھے، فوراً تیار ہو جاتیں اور اس بخاری عالم کو تعلیم دینے لگتے ہیں''۔ (ملخصاً اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر، ص:۱۳۶)

اسی لیے علامہ مفتی ظفر علی کراچی روداد دار العلوم امجدیہ کے صفحہ ۷/ پر رقم طراز ہیں:

''آپ کا محبوب ترین مشغلہ درس و تدریس تھا، ہر فن پوری مہارت سے پڑھاتے، آپ کے درس میں ہندی، پنجابی، سندھی، مدراسی، بلخی، بخاری، سمرقندی، افغانی، ترکی، افریقی، ایرانی سب ہی شریک ہوتے۔ چوں کہ اس وقت طلبا کا باقاعدہ رجسٹر نہیں ہوتا تھا، اس لیے ان کی صحیح تعداد معلوم نہیں''۔ (ماہنامہ اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر، ص:۱۰۵)

آپ کی شانِ درس و تدریس اور ان ارشد تلامذہ کو ملاحظہ کرنے کے بعد بے ساختہ نوکِ قلم پر یہ بات آتی ہے کہ حضور صدر الشریعہ بلاشبہ چودھویں کے چاند ہیں اور ان کے یہی تلامذہ ستارے۔ ان ستاروں کے جھرمٹ میں رہ کر ضیا پاشی کرنے والے آپ ہیں، یہ سب آپ سے روشن ہوئے، جس طرف گئے، قلوب و اذہان کو روشن کیا، حقیقت مجیں نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ ایک چاند کا ہالہ ہے اور اس کے اِرد گرد ستاروں کی انجمن ہیں جس کی شعاعیں ہر طرف تابانیاں بکھیر رہی ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے دیگر محاسن کے ساتھ اپنے درس و تدریس کا لوہا اپنے اور بے گانے ہر ایک سے منوا لیا تھا، ہند و پاک کا کوئی دار العلوم یا جامعہ ایسا نہیں جہاں آپ کے علمی فیضان کا بادل نہ برسا ہو۔ ہندوستان میں آپ کے تلامذہ میں سے حضور حافظ ملت، شمس العلما، مجاہد ملت، صدر العلما اور حضور محدث کبیر وغیرہم نے۔ اور پاکستان میں حضور محدث اعظم پاکستان، عبد المصطفیٰ ازہری، مفتی وقار الدین وغیرہم علیہم الرحمۃ والرضوان نے مسند تدریس کو زینت بخشی۔

اس طرح ہند و پاک کے تقریباً تمام ادارے آپ کے درس و تدریس کے فیوض و برکات سے مالا مال ہیں، اور ان کے اداروں کے فضلا کسی نہ کوئی طرح آپ کے شاگرد یا کم از کم آپ کے علمی تراث سے استفادہ کرنے والے ضرور ہیں۔

کردار سازی اور افراد سازی آپ کا نصب العین تھا، فروغ اسلام وسنیت آپ کا مشن تھا۔ اس کے لیے آپ نے لائحۂ عمل تیار کیا اور اس لائحۂ عمل کو آپ کے تلامذہ نے اپنا کر پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ بڑے پتے کی بات کہہ گئے قائد اہل سنت حضرت رئیس القلم علیہ الرحمہ:

''اس موقع پر تاریخ کے حوالے سے ایک خاص نکتے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، بریلی سے لے کر اجمیر مقدس، دادوں اور بنارس تک حضرت صدر الشریعہ کی تدریسی زندگی کا اگر آپ جائزہ لیں تو آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ درسیات میں مہارت رکھنے والے اساتذہ کی تیاری حضرت کی زندگی کا خاص نصب العین تھا اور اس حقیقت کا انھیں پوری طرح ادراک تھا کہ علم کا مرکز افراد ہیں، سنگ و خشت کی عمارتیں نہیں، اور زمانہ گواہ ہے کہ ہند و پاک کے سنی مدارس کے اندر جہاں جہاں بھی نئی نسلوں میں علم کا نور منتقل ہو رہا ہے، اس میں امجدی نسل کے علما کا زبردست حصہ ہے''۔

(حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات، ص:۱۰۵)

ذہن پر بار نہ ہو تو الفاظ و عبارت کی حلاوت و چاشنی سے شاد کام ہونے کے لیے حضرت موصوف کا مبنی بر حقائق ایک اور اقتباس دیدہ زیب کر لیجیے، رقم طراز ہیں:

''دبستان امجد کے شجرے میں دو شخصیتوں کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے، جن سے اساتذہ اور علما کی نسل چلی اور آج تک چل رہی ہے۔ ہندوستان میں استاذ العلما حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان اور پاکستان میں شیخ الاساتذہ بقیۃ السلف حضرت علامہ محمد سردار احمد علیہ الرحمۃ والرضوان، دونوں ملکوں میں یہی دو عظیم منبع ہیں، جن سے چھوٹی بڑی بہت ساری نہریں نکل کر مختلف بلاد و امصار سے ہوتی ہوئی ہر آن بحر و بر کی سرحدوں کو عبور کر رہی ہیں، یہاں تک کہ ایشیا، یورپ، افریقہ اور امریکہ کے سنی مراکز و مدارس میں علم کا کوئی روشن چراغ آپ کو ایسا نہیں ملے گا جس کی لَو کسی شمع امجدی سے منور نہ ہوئی ہو''۔

(حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات، ص:۱۰۶)

اک آفتاب دفن یہاں زیر خاک ہے
پُر نور جس سے انجمنِ ہند و پاک ہے

اللہ کا شکر ہے کہ راقم السطور کو بھی حضرت ممدوح کے فیوض و برکات سے حظ وافر ملا ہے، صرف ایک واسطہ سے آپ کا شاگرد ہے، استاذ گرامی سلطان الاساتذہ ممتاز الفقہا محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ حضرت والا سے قرآن و حدیث اور وظائف و معمولات کی اجازت اور سلسلۂ عالیہ قادریہ امجدیہ عزیزیہ اور عالیہ قادریہ رضویہ مصطفویہ کی اجازت و خلافت حاصل ہے۔ شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ اور استاذ گرامی حضرت بحر العلوم سے قرآن و حدیث کی اجازت اور مرشد خلافت امین شریعت علامہ سبطین رضا سے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ مصطفویہ کی خلافت و اجازت حاصل ہے۔

الجامعۃ الاشرفیہ کے دوران طالب علمی میں حلقۂ دراز تک حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہ کر نقل

افتا کا موقع ملا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت صدر الشریعہ کے کئی شہزادوں، تلامذہ، مریدین وخلفا اور تربیت یافتہ کی زیارت کا شرف بھی ملا ہے۔ مثلاً علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری پاکستان، قاری رضاء المصطفیٰ پاکستان، مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی، مفتی مجیب الاسلام ادروی، مفتی ثناءاللہ امجدی، علامہ ارشد القادری، مفتی جلال الدین امجدی، مفتی مبین الدین امروہوی، حضور مجاہد ملت، مفتی اعظم کانپور مفتی رفاقت حسین، قاری محمد یحیٰ مبارک پور، مفتی ظفر علی کراچی، فیض العارفین مولانا غلام آسی، مفتی ثناء المصطفیٰ، مفتی بہاء المصطفیٰ، استاذ گرامی حضرت مولانا فداء المصطفیٰ۔

تو ہے سواد ملت بیضا کا پیش امام
رب نے عطا کیا تیرے فیضان کو دوام

## حضرت ایک مشفق استاذ تھے:

حضور صدر الشریعہ نہایت مشفق استاذ تھے۔ آپ نے اپنے دیگر تلامذہ کی طرح جلالۃ العلم، استاذ العلما حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کو بھی نہایت خلوص ومحبت اور شفقت کے ساتھ پڑھایا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ملاحسن وغیرہ پڑھنے کے بعد حافظ ملت قدس سرہ خانگی مشکلات کے باعث دورہ لے لینے کی خواہش کا اظہار کیا، مگر حضرت صدر الشریعہ نے آپ کی علمی لیاقت اور فطری صلاحیت کے پیش نظر منظور نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''زمین پھٹ جائے، آسمان ٹوٹ پڑے یہ تو ممکن ہے، مگر آپ کی ایک کتاب بھی چھوٹ جائے یہ ممکن نہیں، آپ کو ہر صورت درس نظامیہ کا پورا کورس مکمل کرنا ہے''۔ پھر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ساتھ اجمیر شریف سے بریلی شریف آئے اور دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف سے فارغ التحصیل ہو کر دستار فضیلت اور سند فضیلت حاصل کی۔

(حضور صدر الشریعہ حیات وخدمات، ص:۴۰۲)

کس قدر پُر کیف تھی پوری کتاب زندگی
فکر پاکیزہ، شگفتہ قلب، سنجیدہ نظر
ارتقائی روح بڑھتی ہی گئی سوئے ہدف
ابتدا بھی اک سفر تھی انتہا بھی اک سفر

مفتی محبوب رضا خاں بریلوی بانی مدرسہ رضویہ حنفیہ ساہیوال پاکستان اپنے مقالے میں رقم طراز ہیں:

''حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں ۱۹۳۹ء میں مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں حاضر ہوا، چوں کہ درمیان سال تھا، حضرت نے فرمایا کہ بندۂ خدا بغیر پیشگی خط وکتابت کے آگئے، تین پیسے کا خط لکھ کر پہلے مجھ سے پوچھ تو لیا ہوتا، یہاں درمیان سال میں داخلہ ممنوع ہے، یہ ریاست ہے اور نواب صاحب کی اجازت کے بغیر درمیان سال میں داخلہ نہیں ہوسکتا۔ میں نے عرض کی کہ حضور اب تو میں آگیا، واپس نہیں جاؤں گا، داخلہ نہیں ہوتا تو نہ ہو، میں بستی میں کرایہ پر مکان لے لوں گا، آپ پرائیویٹ طور پر کوئی ایک سبق مجھے شروع کرادیں، فرمایا میرے پاس وقت کہاں ہے؟ عرض کی کہ حضور مجھے دس منٹ عنایت فرمادیں، فرمایا بچوں کی سی باتیں کرتے ہو، دس منٹ میں پڑھایا جاسکتا ہے؟ عرض کی کہ حضور میرے لیے دس منٹ بہت ہے، فرمایا کیا پڑھنا چاہتے ہو؟ عرض کی جو حضور پڑھائیں، ہنس پڑے، پھر فرمایا: منطق کہاں تک

پڑھی ہے؟ عرض کی ''قطبی'' پڑھی، فرمایا ''ملا جلال'' شروع کردو، عرض کیا جو حکم ہو، پھر کچھ تامل کے بعد دریافت کیا ''میر زاہد'' رسالہ پڑھا ہے؟ عرض کیا نہیں، فرمایا پھر پہلے رسالہ پڑھو، عرض کی جو حکم ہو، فرمایا کل سے میر زاہد شروع کردو۔ چنانچہ دوسرے روز عصر کی نماز کے بعد مدرسہ کے چبوترے پر چار پائی پر بیٹھ کر میر زاہد شروع کرایا تو اساتذۂ مدرسہ بھی شریک درس ہو گئے اور اکثر طلبا بھی، یعنی میر زاہد رسالہ میں میرے شریک طلبا کی تعداد سب اسباق کی جماعتوں سے بڑی ہوگئی۔ نیز چھٹی جماعت میں شریک ہوکر اسباق کی ساعت کی اجازت بھی مل گئی، مطبخ کے باورچی کو بلا کر حکم فرمایا کہ قاری صاحب کا کھانا دونوں وقت کا تم دے دینا اور پیسہ تم ان سے طے کر لینا۔ چنانچہ میں کئی مہینے اس طرح ہوسٹل میں رہا، پھر ایک روز نواب غلام محمد خان صاحب مرحوم متولی مدرسہ ہوسٹل میں تشریف لائے، میری طلبیہوئی اور مجھ کو باقاعدہ داخلہ مل گیا''۔ (ماہنامہ اشرفیہ کا صدرالشریعہ نمبر، ۱۹۹۵ء ص:۲۵)

بھیڑ کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مردِ خلیق

**تدریس کا انداز نرالہ تھا:**

حضور صدرالشریعہ کے بارے میں حضور حافظ ملت اپنے مشاہدات کے آئینے میں فرماتے ہیں:

''خاتم الفقہا حجۃ العصر حضرت صدرالشریعہ مولانا شاہ ابوالعلا محمد امجد علی صاحب علیہ الرحمہ جامع الکمالات، مجمع البحرین تھے۔ آپ متبحر عالم، جامع معقول و منقول ہونے کے ساتھ اپنے علم پر عامل، متبع سنت، پابند شریعت تھے۔ تبحر علمی کا یہ عالم کہ پورا درسِ نظامی مستحضر تھا، جو کتاب سامنے آتی بے دریغ پڑھاتے، کما حقہ پڑھاتے۔ ایسی جامع تقریر فرماتے کہ تمام اعتراضات و شبہات رفع ہو جاتے اور مسئلہ آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا، علاوہ درسیات کے جو بھی کتاب لائی گئی کما حقہ پڑھایا۔ قاضی کا حاشیۂ فضل حق و امور عامہ کا حاشیۂ عبدالحق، مولانا سید غلام جیلانی و مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہما جیسے ذی استعداد اور خیر الاذکیا حضرات کو پڑھایا''۔

آگے رقم طراز ہیں:

''حاشیہ عبدالغفور بہت مشکل کتاب ہے، اکثر ایسا ہوا ہے کہ جہاں مجھے کچھ شبہ رہ جاتا حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں پیش کرتا، حضرت ایسی واضح تقریر فرماتے کہ شبہ رفع ہوکر پورا اطمینان ہو جاتا، ایسا معلوم ہوتا کہ حضرت پہلے سے اس کی تفہیم کے لیے تیار تھے۔ یہ آپ کے تبحر علمی کی دلیل ہے''۔ (صدرالشریعہ نمبر، ص:۱۲)

**تدریسی مہارت:**

آپ کی علمی اور تدریسی مہارت کا ایک زمانہ معترف ہے۔ نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی نے آپ کے تعلق سے دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں علی گڑھ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر خطبۂ صدارت میں کہا تھا:

''حضرات! آج کل مدارس بہت، مدرس

بہت، طلبہ بہت۔ میں ہندوستان کے مختلف مدارس میں پھرا اور دیکھا، مگر واقعہ یہ ہے کہ ملک کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک پھر جایئے اور مدرس تلاش کیجیے، صحیح معنوں میں مدرس نہیں ملیں گے۔ میرا جوذاتی تجربہ ہے، وہ یہ ہے کہ جس کو مدرس کہتے ہیں، وہ ہندوستان میں چار پانچ سے زائد نہیں، ان چار پانچ میں سے ایک مولوی امجد علی صاحب ہیں، ان کے ہاتھ سے طلبہ کا فاضل ہونا اور اسناد پانا، صاف بتلا رہا ہے کہ کہ ان میں ضرور استعداد ہے، نام کے مولوی نہیں''۔

(روداد مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ، بابت:۵۸۔۵۷ ۱۳۵۷ھ ص:۵، بحوالہ صدرالشریعہ نمبر ص:۱۲۲، مقالہ استاذ گرامی مفتی عبدالمنان کلیمی صاحب۔ بعض کتابوں میں موصوف کے الفاظ یوں درج ہیں: ''مولانا امجد علی صاحب پورے ملک کے ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں، جنھیں میں منتخب جانتا ہوں''۔ (کتابچہ صدرالشریعہ بحوالہ حضور صدرالشریعہ حیات وخدمات، ص:۱۵)

مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ کے نائب مدرس مولانا عبدالشاہد خاں شیروانی نے بھی صدرالشریعہ کی درسیات پر پوری مہارت کا اعتراف کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''مولانا محمد امجد علی اعظمی سات سال سے صدر مدرس تھے۔ بریلی، اجمیر اور دوسرے مدرسوں کے صدر مدرس رہ چکے تھے۔ کہنہ مشقی کی بنا پر درسیات پر پوری مہارت رکھتے تھے''۔ (باغی ہندوستان، از محمد عبدالشاہد خاں شیروانی، ص:۲۴۴ر بحوالہ حضور صدرالشریعہ حیات و خدمات، ص:۵۳، ناشر دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی)

یہ گوشہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ آپ جہاں کہیں بھی رہے، شیخ الحدیث اور صدرالمدرسین کی حیثیت سے رہے۔ اس لیے آپ صدر صاحب کے لقب سے بھی پکارے جاتے تھے۔ بلاشبہ آپ صدرالشریعہ بھی ہیں، صدرالعلما اور شیخ العلما بھی۔

حشر تک یوں ہی رہے گا گلستان اہل سنت
تیری خوشبو سے معطر، حضرت صدر شریعت

**آپ سا کوئی استاذ و مدرس نہیں:**

سید المتکلمین مولانا سید شاہ سلیمان اشرف بہاری، صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، آپ کے نام ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں:

''میری نیاز مندانہ گزارش ہے کہ آں جناب درس کے سلسلے کو جاری رکھیں۔ اس وقت سنی حنفی کوئی مدرس ایسا نہیں ہے، جو معقول و منقول صحیح استعداد کے ساتھ پڑھا سکتا ہو۔ میرے علم میں مولانا محدث سورتی اور استاذ علیہ الرحمہ کے صرف آپ ہی یادگار ہیں''۔ (ماہنامہ اشرفیہ کا صدرالشریعہ نمبر، ص:۱۳۳)

**آپ علم کے موج مارتا ہوا سمندر ہیں:**

حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان من دنوں منظر اسلام بریلی شریف میں درس دے رہے تھے، ان دنوں کی بات ہے کہ طلبہ کے سوالات کے جوابات اس قدر وفور علم اور خوش اسلوبی کے ساتھ دے رہے تھے کہ حجۃ الاسلام علامہ مفتی حامد رضا خاں بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، دروازہ کے اوٹ سے طلبہ کے سوالات اور حضرت کے جوابات آپ سماعت

فرمارہے تھے۔آپ نے برجستہ ارشاد فرمایا:

''مولانا امجد علی صاحب جوابات دے رہے تھے تو معلوم ہورہا تھا کہ ایک بحرِ ذخار ہے جو موجیں ماررہا ہے''۔

اس لیے گدائے قادری کہے گا علوم وفنون کے بحرِ مواج کا نام حضور صدرالشریعہ ہے۔

## تدریس کے شہنشاہ تھے:

صدرالعلما حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ اپنے مقالے میں رقم طراز ہیں:

''آپ کی تدریسی خصوصیات میں اول یہ خصوصیت تھی کہ درسی کتابوں کے علاوہ ان کے مطبوعہ حواشی بھی پڑھاتے تھے۔چنانچہ فقیر کو میر زاہد امور عامہ کے ساتھ ساتھ اس کا حاشیہ مولانا عبدالحق خیرآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی بھی سبقاً سبقاً پڑھایا، اگرچہ بعض شرکائے درس بوجہ قلت وقت اس کے پڑھنے سے گریز چاہتے تھے اور قاضی مبارک کا حاشیہ مولانا فضل حق خیرآبادی خصہ اللہ تعالیٰ باخص الاہادی بھی فقیر کو پڑھایا، لیکن وقت مدرسہ ختم ہونے کے بعد بے شرکت غیر۔ دوم یہ کہ متقدمین کے غیر مطبوعہ حواشی جو صرف بعض کتب خانوں میں قلمی موجود ہیں اور آج تک طبع نہ ہو سکے، وہ بھی پڑھاتے تھے۔ چنانچہ فقیر نے شرح تجرید پر محقق دوانی قدس سرہ النورانی کے حواشی قدیمہ اور جدیدہ بھی آپ کے قلمی نسخوں سے نقل کر کے پڑھے۔ان میں شریک درس، طبیب حاذق، جلیل القدر فائق، مولانا مولوی غلام یزدانی قدس سرہ الربانی تھے''۔(ماہنامہ اشرفیہ کا صدرالشریعہ نمبر ۱۹۹۵ء ص:۲۲)

## آپ کی علمی صلاحیت کا اعتراف اغیار نے بھی کیا:

علمی صلاحیتوں اور تدریس و درس گاہ سے متعلق پختہ تجربوں کا اعتراف غیروں نے بھی کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ یوپی کو میٹرک سے لے کر ایم،اے تک علومِ شرقیہ کا نصاب تیار کرنے کی ضرورت پڑی تو جہاں ملک کے کئی ارباب علم و دانش کو مدعو کیا، وہیں حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کو بھی مدعو کیا اور اس سے متعلق بنائے گئے بورڈ کا ایک اہم رکن بنایا۔اس کا تذکرہ سید ندوی نے ایک مقام پر یوں کیا ہے:

''چنانچہ اس غرض سے منتظمین یونیورسٹی کی دعوت پر چند ایسے علما جو جدید ضروریات سے آگاہ اور نصابہائے تعلیم اور درس گاہوں کا تجربہ رکھتے تھے،علی گڑھ میں جمع ہوئے اور متواتر سات اجلاسوں، جو ۱۱ر فروری سے ۱۷ر فروری تک منعقد ہوتے رہے، مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو سمجھا اور اس کے لیے ایک نقشۂ عمل اور ایک نصاب میٹرک سے ایم،اے تک کا تیار کر کے یونیورسٹی کے سامنے پیش کر دیا۔

اس مجلس کے ارکان حسب ذیل اصحاب تھے:

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی۔ مولانا سلیمان اشرف صاحب، صدر علوم شرقیہ مسلم یونیورسٹی۔ مولانا مناظر احسن، استاذ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد۔ مولانا امجد علی، صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر، الخ''۔(شذرات معارف، فروری ۱۹۲۶ء)

سرزمین ہند میں اب اس کا ثانی کون ہے؟
ہو مسلم سب کو جس کی نکتہ دانی، کون ہے؟

**آپ نمونۂ عمل اور مشعل راہ تھے:**

حضور صدرالشریعہ صرف پڑھاتے نہیں تھے، بلکہ پلاتے بھی تھے۔ آپ کے نقوشِ حیات نہایت مؤثر تھے۔ اس لیے آپ کے تلامذہ اور عقیدت کیشوں نے اپنے لیے مشعل راہ بنایا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''گرم چائے صرف اس لیے پیتا ہوں کہ میرے استاذ حضرت صدرالشریعہ کو گرم چائے بہت پسند تھی''۔ (حضور صدرالشریعہ حیات و خدمات، ص:۵۰۴، مرتبہ مفتی فیضان المصطفیٰ قادری)

ایسے ہی ایک موقع پر ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''میں نے حضرت صدرالشریعہ سے صرف علم ہی نہیں سیکھا بلکہ عمل بھی سیکھا۔ ان کی ہر ہر ادا کو اپنانے کی کوشش کرتا، کیوں کہ حضرت صدرالشریعہ ایک کامیاب آدمی تھے اور کامیاب آدمیوں کی تقلید کرنی چاہیے، ان کی زندگی کو اپنے لیے مشعل راہ بنانا چاہیے''۔ (مرجع سابق)

حضور حافظ ملت کا چلنا بھی سنت طریقے پر ہوتا تھا ''نیچی نظریں، کل کی خبریں'' کا جلوہ نمایاں ہوتا۔ اور فرماتے تھے:

''میں نے چلنا بھی حضرت صدرالشریعہ سے سیکھا ہے''۔ (افکار اور کارنامہ، ص:۹۷، ناشر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور)

**یہ اعلیٰ حضرت کا فیض ہے:**

چالیس سے زائد سالوں تک آپ نے درس و تدریس کی خدمت انجام دیں۔ اور بخاری شریف وغیرہ پڑھا کر بے شمار افراد پیدا کیے۔ دس سال اجمیر شریف میں، سات سال دادوں ضلع علی گڑھ میں، ایک سال مظہر العلوم بنارس میں، بقیہ زندگی کے اکثر و بیشتر حصے اپنے مرشد و آقا، جد اعظم امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی بارگاہِ عالی کی خدمت بابرکت میں گزاری یا مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف میں خدمت انجام دیں۔ کبھی منصب تدریس پر، کبھی مسند افتا پر، تو کبھی عہدۂ قضا پر فائز ہو کر فیصلے کرتے رہے۔ اس صحبت و خدمت کا اثر یہ ہوا کہ کوئی پوچھتا تھا کہ حضرت یہ علمی گہرائی و گیرائی آپ کے اندر کہاں سے آئی؟ تو برملا فرماتے کہ:

''یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا فیض ہے، یہ انھیں کی برکات ہیں''۔

**فرشتے پر بچھاتے تھے:**

ان فیوض و برکات کے اثرات تھے کہ آپ کے تلامذہ بھی شریعت و سنت کے پابند ہوجاتے تھے، یہاں تک کہ حدیث شریف میں جو ارشاد ہے کہ طالب علموں کے لیے فرشتے پر بچھاتے ہیں، اس کے مصداق آپ کے تلامذہ پیکر زہد و تقویٰ، جلالۃ العلم، رئیس المتقین، حضور حافظ ملت۔ امام الاصفیا، رئیس المتکلمین حضور مجاہد ملت۔ خیر الاذکیا مفتی غلام یزدانی اعظمی۔ صدر العلما علامہ غلام جیلانی میرٹھی، جیسے عمدۃ العلما و زبدۃ الاصفیا متقین و ابرار، صالحین و اخیار کو شاعر مشرق شفیق جون پوری نے دیکھا تو حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے عرس چہلم کے موقع پر بر سر اسٹیج پکار اٹھے:

سلامی جا بجا ارض و سما دیں
مہ و خورشید پیشانی جھکا دیں
ترے خدام اے صدر شریعت
جدھر جائیں فرشتے پر بچھا دیں

حضور صدر الشریعہ کے خانوادے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ حکما، علما، عالمات، اساتذہ و مدرسین کی لمبی قطاریں ہیں۔ آپ کے والد گرامی مولانا حکیم جمال الدین، دادا مولانا خدا بخش، پردادا مولانا خیر الدین۔ آپ کیبھائی مولانا حکیم احمد علی، چچازاد بھائی مولانا محمد صدیق، چچازاد بھائیوں کی اولادیں شیخ العلما مولانا غلام جیلانی اعظمی بن مولانا محمد صدیق، خیر الاذکیا مفتی غلام یزدانی اعظمی بن مولانا محمد صدیق، شارحِ بخاری مفتی شریف الحق امجدی بن مولانا عبدالصمد بن ثناء اللہ بن لعل محمد بن مولانا خیر الدین علیہم الرحمۃ والرضوان، آپ ہی کے خانوادے کے چشم و چراغ ہیں۔

حکیم مولانا شمس الہدیٰ، مولانا محمد یحییٰ، مولانا عطاء المصطفیٰ، محدث عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا قاری وحافظ رضاء المصطفیٰ، استاذ گرامی محدث کبیر حکیم علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ، مفتی ثناء المصطفیٰ، مفتی بہاء المصطفیٰ، استاذ گرامی مولانا فداء المصطفیٰ مصباحی۔

آپ کے پوتے: مولانا علاء المصطفیٰ (ناظم صاحب)، مفتی مولانا عطاء المصطفیٰ (پاکستان)، مفتی جمال مصطفیٰ، مولانا ابو یوسف ازہری، مفتی فیضان المصطفیٰ، مولانا وفاء المصطفیٰ، مولانا انتصار المصطفیٰ، مولانا انوار المصطفیٰ، مولانا ریحان المصطفیٰ، مولانا حسان المصطفیٰ، مولانا عرفان المصطفیٰ۔

شہزادیوں میں: عائشہ خاتون، سعیدہ خاتون۔

پوتیوں میں: کنیز عائشہ، سعیدہ خاتون، فاطمہ وغیرہا۔

سب کے سب علما و عالمات ہیں۔

اور حضور صدر الشریعہ کی شان تدریس کا عکس جمیل بن کر تلامذہ کے جھرمٹ میں رہنے وا لے اساتذہ و مدرسین ہیں۔

علامہ ارشد القادری علیہ الر حمہ رقم طراز ہیں:

”بلا شبہ خاندان امجد ی کی اس عظیم اور منفرد خصوصیت کو حسن اتفاق پر ہر گز محمول نہیں کیا جاسکتا، پشت در پشت اور نسل در نسل علما اور عالمات کی پیداوار کا یہ نہ ٹوٹنے والا تسلسل ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ یقیناً اس کے پیچھے موہبتِ الٰہی اور عنایتِ رسالت پناہی کا کوئی انعام و اکرام ضرور کار فرما ہے، جو امام احمد رضا کے تعلق سے صدر الشریعہ کی عظیم دینی اور علمی خدمات کے صلے میں ان کی نسل کو عطا ہوا“۔

(حضور صدر الشریعہ حیات وخدمات، ص:۱۰۷)

مفتی احمد رضا ہیں چاند یہ ہیں چاندنی
چاند گو پردے میں ہے، پھیلی ہوئی ہے روشنی
یہ ساری برکتیں ہیں خدمت دین پیمبر کی
جہاں میں ہر طرف ہے تذکرہ صدر شریعت کا
یک چراغے است دریں خانہ کہ پرتوِ آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

آخر میں ہم حسینی خیمہ والے یزیدی خیمے کے تمام بدمذہبوں کو للکارتے اور کہتے ہیں:

”یہ ہمارے سادات علما و مشائخ ہیں، تو جس دن تم مجمع اکٹھا کر سکو اس دن تم ان کے مثل لاکر دکھا دو اور ہرگز ان کے مثل نہ لاسکو گے تو پھر حسینی وسنی کیوں نہیں ہوجاتے، تاکہ تمہاری عاقبت بنے“۔

☆☆☆